اے۔بی۔سی (آڈٹ بیورو آف سرکولیشن) کی مصدقہ اشاعت

لہ دعوۃ الحق

فون نمبر دارالعلوم : ۴ — قرآن وسنت کی تعلیمات کا علمبردار — فون نمبر رہائش : ۲

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

جلد نمبر : ۱۶ — رجب ۱۴۰۱ھ

شمارہ نمبر : ۸ — مئی ۱۹۸۱ء

مدیر : سمیع الحق

اس شمارے میں

بدل اشتراک۔ پاکستان میں سالانہ -/۲۵ روپے فی پرچہ ۲/۵۰ روپے بیرون ملک بحری ڈاک ۳ پونڈ ہوائی ڈاک ۵ پونڈ

سمیع الحق استاذ دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقش آغاز

۸/اپریل ۱۹۸۱ء کی رات کو ملک کے مختلف مکاتب فکر کے ۴۷ افراد پر مشتمل جید علماء کا ایک نمائندہ وفد صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق صاحب سے ملا اور یہ ملاقات تین گھنٹے تک جاری رہی۔ بعض اہل درد اور مخلص حضرات کی تحریک و تجویز اور جد وجہد سے ایسا بھاری نمائندہ وفد تشکیل پایا۔ ملاقات سے قبل ملک بھر کے دو ڈھائی سو جید علماء نے اپنے اجتماع میں دل کھول کر ملکی و دینی حالات پر اظہار خیال کیا۔ ملاقات کیلئے محضرنامہ مرتب کرنے کیلئے اپنی تجاویز و احساسات سے وفد کو آگاہ کیا چنانچہ دینی و ملی اہم مسائل پر نہایت احتیاط سے ۲۰ نکات پر مشتمل ایک عرضداشت مرتب کی گئی جس میں مداہنت و خوشامد اور تملق کے انداز سے کلی احتراز کرتے ہوئے مگر وقار و متانت دل سوزی اور خلوص و للہیت کو ملحوظ رکھ کر دینی و علمی حلقوں کے اضطراب و پریشانی اور اسلامی نظام کی طرف پیش رفت کی رفتار پر دلی بے اطمینانی ظاہر کی گئی تھی اور صدر پاکستان سے ان نکات پر فوری عملدرآمد کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔ یہ ملاقات اس پس منظر میں ہوئی کہ ایک طرف صدر پاکستان کا اسلامی نظام سے وابستگی، اعلانات اور وعدے، دوسری طرف اس میدان میں عملی طور پر نہایت سست روی، تیسری طرف ملک اور ملت کے دشمنوں اور لادینی قوتوں کا از سر نو متحرک اور سرگرم ہو کر اشتراکی سازشوں اور منصوبوں کے لئے راہ ہموار کرنے کے عزائم اور سرگرمیاں، ان سب امور نے درد مند علماء اور مسلمانوں کو شدید اضطراب اور تذبذب کی شکل میں ڈال دیا تھا۔ اور وہ صدر پاکستان سے لگی لپٹی بغیر دو اور دو چار کی طرح دوٹوک بات کرنا چاہتے تھے کہ ایسے میں وفاقی شرعی عدالت کے کتاب و سنت کی تشریعی عظمتوں اور اسلامی فقہ و قوانین کی تفاصیل سے بے خبر ججوں نے ایک فیصلہ میں رجم کو حد قرار دینے کے خلاف فیصلہ دیا۔ یہ فیصلہ ایک طرف کتاب و سنت کی قطعی نصوص اور اجماع امت کے خلاف قطعی بغاوت تھا تو دوسری طرف "شرعی عدالت" کے نام پر قائم کئے جانے والے عدالت کی بھی کھلی توہین تھا، اور یہ ستم ظریفی نہ تھی تو کیا تھا کہ کسی عدالت کے ججوں نے خود ہی جن کا ذہن کتاب و سنت کے بارہ میں مومنانہ نہیں تھا (جس کے شواہد ان کے دئے گئے فیصلہ میں موجود ہیں،) کھلے بندوں اپنی ہی عدالت جو "شرعی" کہلاتی تھی کہ ایسی گستاخانہ توہین کی دوسری طرف عبوری آئین میں قادیانی فرقہ سے متعلق ترمیم کو نظر انداز کر دینے سے اور بھی جذبات میں اشتعال پیدا ہوا۔ ایسے حالات میں صدر پاکستان سے ملاقات ہوئی۔ احقر بھی شریک وفد تھا محضرنامہ من وعن پڑھ کر سنایا گیا جسے صدر پاکستان نے پوری توجہ وانہماک سے سنا۔ اس کے بعد مندرجہ نکات اور عام دینی حالات پر وفد میں سے منتخب چند افراد کو اظہار خیال کا بھی موقعہ ملا۔ احقر نے بھی ازراہ نصح خیر خواہی جذبات و احساسات کو مختصراً ظاہر کیا۔

صدر محترم نے آخر میں شق وار ان نکات پر اظہار خیال کیا اس سلسلہ میں شرعی عدالت میں علماء کی شمولیت اور از سر نو تشکیل، عبوری آئین میں قادیانیت سے متعلق ترمیم کے بر وقت فیصلے کئے گئے، دینی مدارس کے نصاب و

نظام کے سلسلہ میں صدر صاحب نے قومی کمیٹی کی رپورٹ کو واپس لینے اور کسی طرح بھی مداخلت نہ کرنے کا اعلان کیا سود وغیرہ کے بارہ میں بہت جلد اقدامات کے وعدے کئے جس کے ایفاء اور جلد از جلد تعمیل کا ملک پوری شدت سے انتظار کر رہا ہے، خدا کرے اس سمت میں صدر پاکستان رکاوٹوں پر جلد از جلد قابو پا سکیں اور جرأت پر مبنی مؤمنانہ فیصلے فرما کر عملی طور پر اسلام کی برکتوں سے ملک کو مالا مال کر سکیں۔ دینی و ملکی حالات علماء مخلصین کا حکومت کے ساتھ رویہ و طرز عمل، موجودہ خدشات اور اضطرابات پر محضر نامہ کی تمہید میں جامع انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ محضر نامہ بھی علماء کرام کا اس ملک میں نظامِ اسلام کے نفاذ و اظہارِ حق کے مساعی کے سلسلہ کا ایک تاریخی حصہ ہے اس لئے ہم پیش کردہ محضر نامہ کو نذرِ قارئین کر رہے ہیں۔

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

سمیع الحق

محضر نامہ جو صدر پاکستان کو ۲۷ علماء کے وفد نے پیش کیا

یادداشت بگرامی خدمت جنرل محمد ضیاء الحق صاحب صدر مملکت پاکستان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

پچھلے تین سال میں پاکستان کے مسلمانوں بالخصوص علماء کرام کی ہمدردیاں اس امید پر آپ اور آپ کی حکومت کے ساتھ رہی ہیں کہ آپ اپنے بیشمار اعلانات کے مطابق اپنے دورِ حکومت میں نفاذِ شریعت کی کم از کم بنیادیں رکھ کر اس ملک کو اس منزل کی طرف گامزن کر دیں جس کے لئے وہ وجود میں آیا تھا۔ اسی امید پر ملک کے علماء اور سنجیدہ دینی حلقے آپ کی حکومت کے ساتھ مقدور بھر تعاون بھی کرتے رہے ہیں اور ان میں سے کچھ نے اپنی ذاتی اور جماعتی مصلحتوں کو بالائے طاق رکھ کر اور آپ کے مخالفین کی طعن و ملامت سہہ کر دین کی خاطر آپ کی حکومت کا دفاع بھی کیا ہے۔ لیکن اب صورتحال اس مرحلے پر پہنچ چکی ہے۔ کہ اس پر خاموش رہنے کو علماء بدترین مداہنت، ملک و ملت کے ساتھ بیوفائی اور اپنے پروردگار کے حضور گناہ عظیم سمجھتے ہیں۔

پچھلے ساڑھے تین سال کے دوران نفاذِ شریعت کے بنیادی کام بدستور معرضِ التوا میں پڑے رہے ہیں۔ اور جو چند اقدامات اس سمت میں ہوئے۔ چونکہ ان کے ضروری لوازم پورے نہیں ہو سکے اس لئے معاشرے پر ان کے عملی اثرات ظاہر نہیں ہوئے اور عام نظروں میں وہ بے معنیٰ اور بے وقعت ہو چکے ہیں اور اس سے باہمی بداعتمادی اور نفاذِ شریعت کے بارے میں مایوسی پیدا ہو رہی ہے۔

اس صورتحال میں ایک طرف ہم سنگین اجتماعی گناہ کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ دوسری طرف اس سے ملک میں عام بے چینی پیدا ہو رہی ہے۔ اور اس سے تخریب پسند عناصر فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اس موقع پر ہر مکتب فکر کے پچاس علماء ۹ مارچ کو اس مقصد کیلئے جمع ہوئے کہ وہ ان حالات میں اپنے فرائض پر غور کریں اور ایک مرتبہ پھر ایسی تجاویز آپ کی خدمت میں پیش کریں جن سے صرف قومی طور پر نہیں بلکہ عملی طور پر ملک کا اسلامی رخ متعین ہو جاتے۔ خیال یہ تھا کہ اگر آپ کی طرف سے یہ ٹھوس اقدامات کر دیئے گئے تو موجودہ حکومت کے اسلامی کردار سے خود مطمئن ہونے اور عوام کو مطمئن کرنے کے بعد علماء اور عوام ان عناصر کا علیٰ وجہ البصیرت مقابلہ کر سکیں گے جو ملک میں افراتفری پھیلانے کے درپے ہیں۔ چنانچہ علماء کرام کے تمام مکاتیب فکر کے پچاس نمائندگان کی طرف سے بیس نکات پر مشتمل ایک یادداشت مرتب کی گئی اور طے کیا گیا کہ ایک نمائندہ وفد یہ یادداشت آپ کو پیش کرے گا۔ لیکن افسوس ہے کہ پچھلے دنوں سے سرکاری حلقوں کی طرف سے پے درپے چند ایسے اقدامات ہوئے جنہوں نے صرف علماء کے نہیں ملک کے تمام مخلص مسلمانوں کے دینی جذبات کو بری طرح زخمی کر کے رکھ دیا۔

اب تک علماء اور عوام کو شکوہ یہ تھا کہ نفاذ شریعت کے کام میں دیر ہو رہی ہے۔ لیکن ان اقدامات نے شریعت میں تحریف و ترمیم کا دروازہ چوپٹ کھول کر یہ اضطراب انگیز احساس دلوں میں پیدا کر دیا کہ اب ہم نے نفاذ شریعت کی طرف آگے بڑھنے کے بجائے اور پیچھے ہٹنا شروع کر دیا ہے۔ کیونکہ اب بات بے عملی کی حد تک محدود نہیں رہی بلکہ دین کے انکار کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا ہے۔ اور اگر اس سلسلہ کو روکا نہ گیا تو دین کا حلیہ بگڑ کر رہ جائیگا اور ظاہر ہے کہ اس صورتحال کو اس ملک کے علماء اور دین کے نام پر مرمٹنے والے مسلمان کسی قیمت پر برداشت نہیں کر سکتے۔ لہٰذا ایسا ہی ایک اجتماع آج ۷ اپریل ۱۹۸۱ء کو راولپنڈی میں منعقد ہوا جس میں ہر مکتب فکر کے تقریباً دو صد سے زائد علماء نے شرکت کی۔ اس اجتماع میں طے کیا گیا کہ قبل اس کے کہ ان سنگین اقدامات کے خلاف عوامی جذبات احتجاج کی صورت اختیار کریں اور میدان کار استحصال پسندوں کے ہاتھوں میں آجائے۔ آپ سے ملاقات کر کے ان مسائل کی سنگینی اور ان کے بارے میں ملت کے جذبات سے آپ کو آگاہ کیا جائے اور آپ سے درخواست کی جائے کہ ان بیس نکات میں سے جو اجتماع لاہور میں طے ہوتے تھے مندرجہ ذیل اقدامات پر آپ بلا تاخیر اور فوری طور سے عمل فرمائیں اور خدا کیلئے اس قوم کو جو پہلے ہی صدموں سے نڈھال ہے۔ مزید افتراق و انتشار سے بچالیں۔

صدر محترم! اس ملک کے مخلص مسلمانوں اور علماء کو آپ سے دین کی خاطر ہمدردی ہے۔ ہم ہرگز یہ نہیں چاہتے کہ اس نازک موقع پر جب کہ انتشار پسند عناصر ملک میں افراتفری پھیلانا چاہتے ہیں۔ کوئی مزید انتشار پیدا ہو یا علماء کے کسی عمل سے ان عناصر کو فائدہ پہنچے لیکن دین کے خادموں کی حیثیت سے یہ بات ہمارے لئے ممکن نہیں ہے۔ کہ ایک اسلامی حکومت میں اسلام ہی کے نام پر اسلام کے اجتماعی مسلمات کو ذبح ہوتا ہوا دیکھیں اور خاموش رہیں۔ قرآن و سنت کو عدالتوں میں موم کی ناک بنا کر انہیں برملا جھٹلایا جائے اور ہم لوگوں سے یہ کہیں کہ ملک میں

اسلام کا بول بالا ہو رہا ہے۔ ملک کے عبوری آئین سے قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے والی دفعہ حذف کی جائے اور ہم لوگوں کو یہ باور کرائیں کہ ختم نبوت کا عقیدہ پوری طرح محفوظ ہے۔ بینکوں میں اسلامی معیشت کے نام پر لوگوں کو سود کھلایا جائے اور ہم یہ اعلان کریں کہ ملک میں اسلامی معیشت کا احیاء ہو رہا ہے۔

لہٰذا آج ہم آپ سے یہ گذارش کرنے آئے ہیں کہ انتظار واشتیاق اور تاخیر وتعویق کا وقت اب گذر چکا ہے۔ خدا کیلئے ان اکیس نکات پر فوری طور سے عمل درآمد کرائیے اور ان اکیس نکات میں سے بھی خاص طور پر درج ذیل امور کا آج ہی فیصلہ فرما دیجئے۔ ان امور کی انجام دہی میں ہم ہر قسم کا تعاون پیش کرتے ہیں۔

۱۔ سب سے پہلا اہم مسئلہ وفاقی شرعی عدالت کا ہے، علماء مدت سے یہ کہتے آئے ہیں کہ ان عدالتوں میں قرآن وسنت کے علوم میں ماہر علماء کو جج مقرر کیا جائے۔ ورنہ اس عدالت کے ذریعہ شریعت میں تحریف و ترمیم شروع ہو جائے گی، یہ اندیشہ اب عملاً انتہائی تشویشناک صورت میں سامنے آچکا ہے۔ حدود آرڈی ننس کے قوانین کو بحمد للہ پوری قوم کی سرگرم تائید وحمایت حاصل تھی۔ لیکن وفاقی شرعی عدالت کے رجم کے بارے میں حالیہ شرمناک فیصلے کے ذریعہ ملک میں شدید اضطراب پیدا کر دیا ہے۔ اور یہ صورت حال درحقیقت اس بات کا نتیجہ ہے۔ کہ وفاقی شرعی عدالت جیسے اہم منصب پر ان جج صاحبان کو مقرر کر دیا گیا ہے، جنہوں نے قرآن وسنت، فقہ اور متعلقہ علوم کی ابجد بھی کسی سے نہیں سیکھی۔ کس قدر ظلم کی بات ہے، کہ کسی قانون کے قرآن وسنت کے مطابق یا مخالف ہونے کا فیصلہ وہ حضرات کریں جو قرآن کریم کی ایک آیت کا ترجمہ کرنے پر بھی قادر نہ ہوں اور جو حدیث کا کوئی ایک جملہ صحیح طور پر پڑھ نہ سکیں، یا جو اسکی حجیت ہی کے قائل نہ ہوں

اگرچہ حکومت نے اس فیصلے کے خلاف اپیل کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

لیکن مسئلہ یہ ہے کہ سپریم کورٹ میں جو جج صاحبان یہ اپیل سنیں گے وہ بھی "انگریزی" قانون کے خواہ کتنے ماہر ہوں، لیکن قرآن وسنت کو سمجھنے اور اس کے بارے میں قابل اعتماد بات کہنے سے قطعی معذور ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ جب تک شریعت کے بارے میں ایسے اہم فیصلے ایسے ہاتھوں میں رہیں گے۔ جو قرآن و سنت کے معاملہ میں صاف گوئی معاف ـ قطعی طور پر نااہل ہیں۔ اس وقت تک اس طرح کے مسائل پیدا ہوتے رہیں گے، آج رجم جیسے اجماعی مسئلہ کو جو چودہ سو سال سے مسلم چلا آرہا ہے اور جس پر قرآن وسنت کے بیشمار دلائل موجود ہیں، اسلام کے منافی قرار دینے کی جسارت کی گئی ہے۔ کل سود کو حلال قرار دیا جائیگا، پرسوں اشتراکیت کو عین اسلام قرار دینے کی کوشش کی جائے گی، اور پھر دین کا حلیہ بگاڑنے کا یہ سلسلہ کسی حد پر نہیں رک سکے گا۔

یہ صورت حال تمام مسلمانوں کیلئے قطعی ناقابل برداشت ہے، اور اس سے جو انتشار پیدا ہوگا۔ اس کا اس وقت تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا اگر اس خرابی کا سدباب کرنا ہے تو اس کا کوئی راستہ اس کے بغیر نہیں کہ وفاقی شرعی عدالت اور سپریم کورٹ کی شرعی بینچ جنکی قرآن وسنت میں مہارت، علم وفضل اور تقوٰی پر امت

کو اعتماد ہو، پھر آئینی عدالت کے ذریعہ اس فیصلہ پر نظر ثانی کرائی جائے، ہمیں معلوم ہے کہ موجودہ عدلیہ اس تجویز کی شدید مخالف ہے، لیکن اگر ان کی مخالفت کے علی الرغم عبوری آئین کی حالیہ دفعات حذف ہوسکتی ہیں تو اس سراسر معقول اور حق و انصاف پر مبنی مطالبے کو بھی بروئے کار لایا جاسکتا ہے اس صورت میں انشاء اللہ پوری قوم اس اقدام کی بھرپور تائید کریگی۔

۲- چند روز قبل جو نیا عبوری آئین نافذ ہوا ہے۔ اس میں یہ تشویشناک صورتحال سامنے آئی ہے کہ ۱۹۷۳ء کے آئین کی دفعہ ۱۰۶ بھی حذف کر دی گئی ہے، حالانکہ یہی وہ دفعہ ہے جسمیں قادیانیوں اور ان کے لاہوری گروپ کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی صراحت تھی، آپ بخوبی جانتے ہیں کہ یہ آئین کی دفعہ پاکستان کے مسلمانوں نے کن بیش بہا قربانیوں اور کس متواتر جدوجہد کے بعد منوائی تھی، اور اسے دستور میں درج کرانے کے لئے ملک میں کتنی عظیم تحریک برپا ہوئی تھی، ہمیں اندازہ نہیں ہے۔ کہ کن عناصر نے اپنی شرارت اور ملک دشمن ریشہ دوانیوں کے ذریعہ اس نازک مرحلہ پر ایسی حساس دفعہ کو حذف کرنے کی جسارت کی ہے۔ آپ کو یقیناً اندازہ ہوگا کہ اس دفعہ کے حذف ہوجانے سے ملک میں کیسی نازک صورتحال پیدا ہوسکتی ہے۔ اور اس کے کیسے سنگین نتائج برآمد ہوسکتے ہیں۔ ہمارا گمان یہ ہے کہ آئین سے اس دفعہ کا اخراج آپ کے علم کے بغیر ہوا ہے۔ اس لئے ہم اس یادداشت کے ذریعہ یہ اضطراب انگیز صورتحال آپ کے علم میں لا رہے ہیں۔ تاکہ آپ فوری طور پر اس کا تدارک بھی فرمائیں اور ان عناصر کو قرار واقعی سزا دیں جنہوں نے اس دفعہ کو حذف کرکے ملک میں انتشار پھیلانے کی مذموم کوشش کی ہے۔

ممکن ہے کہ اس دفعہ کو حذف کرنے کی یہ تاویل کی جائے کہ یہ دفعہ انتخاب کے ضمن میں آئی تھی، اور انتخاب سے متعلق تمام امور معطل ہوئے ہیں۔ اس لئے یہ دفعہ بھی معطل ہوگئی ہے۔ لیکن ہم واضح الفاظ میں یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ یہ تاویل قطعی طور پر ناقابل قبول ہے، اول تو انتخاب کے ملتوی ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ انتخاب سے متعلق تمام دفعات حذف کر دی جائیں، دوسرے اگر انتخابات والی دفعات کو کسی وجہ سے معطل کرنا ضروری سمجھا گیا تھا تو قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کیلئے کسی نئی دفعہ کا اضافہ ضروری تھا۔ مثلاً دفعہ ۲۶۰ کے آخیر میں یہ تشریح بڑھائی جاسکتی تھی کہ:

"قادیانی اور لاہوری گروپ جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں وہ اس دفعہ کے تحت غیر مسلم کی تعریف میں داخل ہیں۔"

لہٰذا براہ کرم قبل اس کے کہ یہ مسئلہ عوامی احتجاج کی صورت اختیار کرے فوری طور پر یا تو دفعہ ۱۰۶ شق ۳ کو بحال کیا جائے یا دفعہ ۲۶۰ میں مذکورہ تشریح کا اضافہ کیا جائے۔ ایسے ہی ایک المناک صورتحال حالیہ مردم شماری کے دوران سامنے آئی کہ ایک غیر مسلم اقلیت یعنی قادیانیوں نے اپنا نام مسلمان کی حیثیت سے درج کرایا جبکہ ایسا کرنا آئین پاکستان کی کھلی خلاف ورزی تھی، اور جس سے اس اقلیت کو اپنے مذموم، اسلام دشمن مقاصد کی تکمیل کے

راستے کھل گئے۔ اور یہ اس وجہ سے ہوا کہ مردم شماری کا طریقۂ کار وضع کرتے وقت اس نزاکت کا نہ صرف کوئی خیال نہیں رکھا گیا بلکہ ان کی غلط بیانی کو عملاً سندِ جواز دی گئی، لہذا اس کے ازالہ کیلئے ضروری ہے کہ اس اقلیت کی مردم شماری کالعدم قرار دیکر ان کی غلط بیانی پر مقدمہ چلایا جائے اور اسکی دوبارہ مردم شماری کرائی جائے۔

۳۔ تیسرا مسئلہ بینکوں میں غیر سودی کاؤنٹرز کا ہے۔ یہ بات اب بالکل واضح ہو چکی ہے۔ کہ ان کاؤنٹرز کے کاروبار کو غیر سودی قرار دینا محض ایک فریب ہے۔ اس مسئلہ میں علماء اور ماہرین معاشیات کے مختلف مقالے اخبارات و رسائل میں شائع ہو چکے ہیں، لیکن ابھی تک حکومت کی طرف سے اس طریقۂ کار کو بدلنے کے لئے کوئی ابتدائی اقدام بھی سامنے نہیں آیا بلکہ نیشنل بنک کے جنرل مینجر کیطرف سے تمام شاخوں کو یہ ہدایت بذریعہ اخبار کی گئی ہے کہ پی، ایل، ایس اکاؤنٹ کے تمام ممبران کو آٹھ فیصد کے حساب سے متعین منافع (سود) ادا کیا جائے۔)

۴۔ جن جرائم کی سزا حدود آرڈیننس میں طے کی گئی ہے۔ ان سے متعلق مجموعۂ تعزیرات پاکستان کی دفعات کو منسوخ کر کے ان کے قابلِ تعزیر جرائم کو حدود آرڈیننس ہی میں شامل کیا جائے۔

۵۔ سرکاری ملازمین، بالخصوص افسران کے تقرر اور ترقی میں ان کے اسلامی کردار کو بنیادی اہمیت دی جائے اور اس مقصد کیلئے ان کی خفیہ سالانہ رپورٹوں میں ضروری معلومات کا اندراج کیا جائے۔

۶۔ مخلوط تعلیم کو ختم کیا جائے۔

۷۔ تمام سول، فوجی اور پیشہ ورانہ تربیتی اداروں میں بنیادی اسلامی تعلیم کو لازمی قرار دیا جائے۔

۸۔ ملک کے تمام دینی مدارس کی آزادی اور خود مختاری کو برقرار رکھے جائے اور اس سلسلے میں وزارتِ تعلیم اور وزارتِ مذہبی امور کی مجوزہ تعلیمی اسکیم فی الفور واپس لیا جائے۔

۹۔ غیر اسلامی عائلی قوانین کو فوری طور پر منسوخ کیا جائے۔

۱۰۔ آئندہ تمام قوانین کی زبان اردو قرار دی جائے، اور سابقہ قوانین کو بھی اردو میں تبدیل کیا جائے۔

۱۱۔ سربراہ مملکت سے سرکاری عمال تک سب کو سادہ قومی لباس اور سادہ اسلامی بود و باش کا پابند بنایا جائے۔

۱۲۔ مرزائیوں کے بارے میں ۱۹۷۴ء کی آئینی ترمیم کے مطابق قانون سازی کی جائے۔ اور اس اقلیت کے علیحدہ مذہبی تشخص کو واضح کرنے اور اسلام سے اس کے التباس کو دور کرنے کیلئے مؤثر اقدامات کئے جائیں۔

۱۳۔ ذرائع ابلاغ کیلئے دینی تعلیمات کی روشنی میں واضح رہنما اصول مرتب کر کے ان کو ان اصولوں کا پابند بنایا جائے۔ اور ایک ایسی با اختیار مانیٹرنگ کمیٹی مقرر کی جائے جو دینی مذاق رکھتے ہوں۔ اور پھر ان کو یہ اختیار دیا جائے کہ ذرائع ابلاغ کیطرف سے اگر ان اصولوں کی خلاف ورزی ہو تو وہ اس پر براہ راست متعلقہ ذرائع سے بازپرس کر سکے۔

۱۴۔ قومی تعلیمی کونسل ایسے ماہرین اور علماء کو شامل کیا جائے جو اسکو صحیح معنی میں اسلامی سانچے میں ڈھال سکیں۔

۱۵۔ تعلیمی اداروں کو ملحدانہ اور غیر اسلامی نظریات کے حامل اساتذہ سے پاک کیا جائے۔

۱۶۔ سرکاری تقریبات میں ہر قسم کی فضول خرچی سے مکمل اجتناب کیا جائے اور فی کس اخراجات کی حد مقرر کی جائے۔

۱۷۔ سرکاری ملازمین کے درمیان تنخواہوں اور درجات کے غیر معمولی تفاوت کو کم تر کیا جائے۔

۱۸۔ عوام کی معاشی حالت کو بہتر بنانے کیلئے مؤثر اقدامات کئے جائیں۔

۱۹۔ انصاف کے آسان اور بلا تاخیر حصول کو ممکن بنانے کیلئے موجودہ طویل اور پیچیدہ عدالتی نظام کو تبدیل کیا جائے۔

۲۰۔ عدالتوں میں وکلاء کو بحیثیت مشیر عدالت مقرر کیا جائے اور جانبدارانہ وکالت کے نظام کو ختم کیا جائے۔

۲۱۔ شرعی حدود پر عملدرآمد کیلئے ڈویژن، ضلع اور سب ڈویژن کی سطح پر با اختیار قاضیوں کا تقرر عمل میں لایا جائے۔ جو قرآن وسنت اور فقہ کا علم رکھتے ہوں۔ نیز جرائم اور بدعنوانیوں کے انسداد کیلئے با اختیار محکمہ احتساب متعلقہ قاضی کی سربراہی میں قائم کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو ملک میں نفاذ شریعت کے سلسلے میں عملی اقدامات کی توفیق مرحمت فرمائے، اور اس معاملے میں آپ کو ہمت و قوت عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

رجم کی سزا شرعی حد ہے

شرعی عدالت کے غیر شرعی فیصلہ پر احتجاج

وفاقی شرعی عدالت کے ججوں نے ایک فیصلہ میں اسلام کی ایک قطعی طے شدہ اجماعی سزا۔ حدِ شرعی۔ رجم کو تعزیر قرار دے کر نہ صرف علمی دینی حلقوں بلکہ تمام مسلمانوں میں اضطراب و بے چینی کی ایک لہر دوڑا دی ہر طرف سے اس غیر شرعی جسارت پہ بجا طور پر اعتراض ہوا ہر چند کہ صدرِ پاکستان نے اس عدالت کی علماء پر مشتمل از سرِ نو تشکیل کا اعلان کر کے ایسے غیر شرعی فیصلوں کا راستہ رد کر دیا ہے تاہم موجودہ عدالت کے فاضل ارکان کے بارہ میں اب بھی عام مسلمانوں کا مطالبہ ہے کہ انہیں ہمیشہ کے لئے ایسے اہم منصب کے لئے نااہل قرار دیا جائے۔ اور توہینِ حدودِ اسلامی کے ضمن میں ان کا احتساب کیا جائے ۔۔۔ ایسے چند مراسلات پیش ہیں۔

(ادارہ)

اسلام میں شادی شدہ زانی کی سزا "رجم" کہلاتی ہے۔ رجم و سنگساری اسلامی حدود میں سب سے اہم اور سب سے مقدم ہے مشہور و متواتر المعنی صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد بار حدِ رجم جاری فرمائی۔ خلفائے راشدینؓ اور تمام صحابہؓ کا اس پر اجماع ہے۔ چودہ سو سال سے تمام علماء کرام کا اس پر اتفاق چلا آرہا ہے شیعہ سنی۔ دیوبندی۔ بریلوی اور اہلحدیث ملتِ اسلامیہ کے تمام مکاتبِ فکر اس مسئلہ پہ متفق ہیں۔

فقہ و حدیث کی تمام اہم کتابوں میں حدِ رجم کو "کتاب الحدود" میں سرِ فہرست مفصل و مدلل بیان کیا گیا ہے خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حدِ رجم کی اہمیت کے پیش نظر اس پہ مستقل خطبہ دیا تھا۔ جس میں فرمایا تھا۔

رَجَمَ رَسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورجمنا بعدہٗ فاخشیٰ ان طال بالناس زمان ان یقول قائلٌ ما نجدُ الرجم فی کتاب اللہ تعالیٰ فیضلوا بترک فریضۃٍ انزلہا اللہ

(بخاری جلد دوم صہ ۱۰۰۹ مسلم جلد دوم صہ ۶۵ کتاب الحدود)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور آپ کے بعد ہم نے رجم کیا۔ اب مجھے خطرہ ہے کہ زمانہ گذرنے پر کوئی کہنے والا یوں نہ کہنے لگے کہ ہم رجم کا حکم کتاب اللہ میں نہیں پاتے۔ تو وہ ایک دینی فریضہ ترک کرنے سے گمراہ ہو جائیں گے جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے

اسلامی قانون کی مشہور و معروف کتاب ہدایہ جلد دوم کتاب الحدود صہ ۴۸۹

انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام رجم ماعزا — آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعزؓ کو رجم کیا

..... وعلیہ اجماع الصحابۃ — ..... اور اس پر صحابہ کرام کا اجماع و اتفاق ہے۔

محقق ابن الہمام، فتح القدیر شرح ہدایہ جلد پنجم کتاب الحدود صہ ۱۳۱ میں حد رجم پر بحث کرتے ہوئے رقمطراز ہیں

ثبوت الرجم من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متواتر المعنی کشجاعۃ علی وجود حاتم۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رجم کا ثبوت متواتر المعنی احادیث سے ثابت ہے۔ حضرت علی کی شجاعت اور حاتم طائی کی سخاوت کی طرح مشہور و معروف ہے۔

آگے لکھتے ہیں :- "إنكاره إنكار دليل قطعي بالاتفاق" حدِ رجم کی دلیل کا انکار کرنا بالاتفاق قطعی دلیل کا انکار کرنا ہے۔ نیز ابن الہمام لکھتے ہیں۔ علیہ اجماع الصحابۃ ومن تقدم من علماء المسلمین کہ حد رجم پر صحابہ کرامؓ اور تمام علماء اسلام کا اجماع ہے۔

نام نہاد اجتہاد کے عنوان سے بعض لوگوں کا رجم کو حد شرعی تسلیم نہ کرنا عدالت نبوی کی توہین اور تحریف و الحاد کا دروازہ کھولنے کے مترادف ہے۔

ایسے گمراہ اور ملحد لوگوں کا مقصد ملت اسلامیہ میں انتشار پیدا کرنا اور قوم و حکومت کے لئے ایک نیا فتنہ کھڑا کرنا معلوم ہوتا ہے۔ ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وفاقی شریعت جیسے اہم ادارہ کو ان فتنہ پرداز عناصر سے پاک کرکے پاکستان کے مسلمانوں کو مطمئن کرے۔ اور شرعی عدالتوں میں قرآن و حدیث کے ماہر ممتاز علماء کو مقرر کرکے تحریف و الحاد کے فتنوں کا ہمیشہ کے لئے سدباب کرنے کا ثبوت مہیا کرے۔

(مدرسہ قاسم العلوم ملتان۔ مخزن العلوم خانپور اور دار العلوم عیدگاہ کبیر والا کے اکثر اساتذہ کے دستخط)

★ اخبارات میں یہ جگمگاتی خبر چھپی کہ وفاقی شرعی عدالت نے یہ ویا کھیان دیا کہ سنگسار کرنا شرعی حد نہیں بلکہ تعزیر ہے اور یہ اسلامی احکام کے منافی ہے۔

سرزمین پاک کی تاریخ میں اسلامی احکام کو مسخ کرنے کی یہ بدترین مثال ہے۔ سورۃ احزاب پ۲۲ میں ایک صریح حکم ہے کہ

"جب اللہ و رسولؐ مومنین کے معاملات اور نزاعات میں کوئی فیصلہ کردیں تو مومنین کو پھر اپنے معاملات میں کوئی اختیار نہیں رہتا اور جو شخص نافرمانی کرے گا وہ کھلم کھلا گمراہ ہے"

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ "کہ رجم کتاب اللہ میں موجود ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی شادی شدہ زانیوں کو سنگسار کیا اور ہم نے بھی حضور کے بعد سنگسار کیا

اور میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ ایک طویل زمانہ گذرنے کے بعد لوگ کہیں گے کہ رجم کتاب اللہ میں سے نہیں ہے خبردار رجم حق ہے اور یہ ایک فریضہ ہے اور اس کا ترک فرض کو چھوڑنا ہے۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفائے راشدین، تابعین اور آج کے دن تک پوری امت کا اتفاق ہے کہ رجم حدود اللہ میں سے ہے۔ اس شرعی والہامی پس منظر کی روشنی میں دنیا کے جبور سسٹ کو بھی یہ اختیار نہیں ہے کہ اس مسئلہ میں کوئی رائے زنی کرے۔ چہ جائیکہ وہ یہ جرأت کرے کہ خدا، رسول کے فیصلہ اور اجماع امت کو بیک قلم منسوخ کردے۔ وفاقی شرعی عدالت کے جن ججوں نے یہ فیصلہ دیا ہے وہ اصول وقانون کی رو سے اس کے مجاز ہی نہیں ہیں۔

میں پوری ذمہ داری سے یہ کہتا ہوں کہ ان ججوں نے اللہ و رسولؐ کی کھلی توہین کی ہے۔ اگر پاکستان میں کوئی اصلی شرعی عدالت ہوتی تو ان ججوں پر توہین خدا و رسولؐ کا مقدمہ چلایا جاتا۔ آخر میں میں صدر ضیاء الحق سے مطالبہ کرتا ہوں کہ ان لوگوں کو ہمیشہ کے لئے نااہل قرار دے دیا جائے۔

سید عطاء المحسن بخاری ۔ دار بنی ہاشم ۔ پولیس لائن روڈ ۔ ملتان ۔

★ ۲۲ مارچ کے اخبارات میں وفاقی عدالت شرعیہ پاکستان کا فیصلہ بسلسلہ رجم آپ کی نظر سے گذرا ہوگا جس میں رجم کو اسلام کے منافی قرار دیا گیا ہے۔ اور فیصلہ میں یہ لکھا گیا ہے کہ رجم کے سلسلہ میں سنگ سار کرنے کا جو آرڈی ننس جاری کیا گیا اس میں ۳۱ جولائی تک ترمیم کی جائے۔

رجم کا حکم بھی امت مسلمہ کا ایک مسلّمہ عقیدہ چلا آیا ہے۔ آج اس مسلّمہ عقیدہ کو تبدیل کرنے کے لئے کوئی فیصلہ شرعاً موثر نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس فیصلہ سے ایک قانونی الجھن پیدا ہو کر رہ گئی ہے۔ ایسے حالات میں آپ کی توجہ اس طرف مبذول کراتے ہوئے گذارش ہے کہ اس کے لئے موثر حکمت عملی بروئے کار لائی جائے جس سے یہ فیصلہ منسوخ کرنے کے لئے حکومت پاکستان کو کوئی کارروائی عمل میں لانے کے لئے کہا جائے۔

مولانا محمد دوست خان ۔ مہتمم دار العلوم بیلدری ۔ پونچھ آزاد کشمیر

★ ۲۲ مارچ کے اخبارات میں یہ اضطراب انگیز خبر شائع ہوئی کہ وفاقی شرعی عدالت نے اپنے ایک اکثریتی فیصلے کے ذریعے حدود آرڈی ننس کی ان دفعات کو اسلام کے منافی قرار دے دیا ہے جو زنا کی سزا رجم (سنگساری) سے متعلق ہے اور حکومت کو ہدایت کی ہے کہ وہ ۳۱ جولائی تک اس قانون میں ترمیم کردے۔ ابھی اس فیصلے کی تفصیلات منظر عام پر نہیں آئیں۔ لیکن اگر یہ خبر درست ہے۔ تو یہ پاکستان کی تاریخ میں انتہائی افسوسناک واقعہ ہے کہ اسلام کے ایک قطعی حکم کو اسلام کے منافی قرار دیا گیا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ رجم کا حکم قرآن وسنت کے ناقابل انکار دلائل سے ثابت ہے اور چودہ سو سال کے دوران

ہر مکتب فکر اور ہر فقہی مسالک کے تمام مسلمان بلا استثنار اس کو ایک طے شدہ اسلامی حکم مانتے آئے ہیں لہٰذا اگر رجم کو حد تسلیم نہ کرنے کا کوئی فیصلہ کیا گیا ہے۔ تو یہ فیصلہ قرآن وسنت کے واضح اور ناقابلِ انکار احکام اور امت کے چودہ سو سالہ اجماعی مسلمات کے یکسر خلاف ہے۔ اس قسم کے فیصلوں سے امت میں شدید انتشار برپا ہوگا۔ اور مسلمان قرآن کریم اور سنّت مطہرہ اور اجماع امت کی اس سنگین خلاف ورزی کو کسی قیمت پر برداشت نہیں کریں گے۔

وفاقی شرعی عدالت کا اصل مقصد قیام یہ تھا کہ وہ ان غیر اسلامی قوانین سے ملک کو نجات دلائے جو انگریزی عہد سے ہم پر مسلّط چلے آرہے ہیں۔ لیکن مقام عبرت ہے کہ اس عدالت نے ان قوانین میں سے اب تک کسی قانون کو تو منافی اسلام قرار نہیں دیا۔ اور سب سے پہلے جس قانون کو منافی اسلام قرار دینے کا فیصلہ کیا ہے وہ اسلامی قانون ہے جو سالہا سال کے انتظار اور بیش بہا قربانیوں کے بعد موجودہ حکومت کی طرف سے ۱۲ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ کو نافذ کیا گیا تھا اور جسے پوری قوم نے گرمجوشی کے ساتھ خوش آمدید کہا تھا۔

ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ جن عدالتوں کو یہ کام سونپا گیا ہے کہ وہ قوانین کے قرآن وسنت کے موافق یا مخالف ہونے کا فیصلہ کریں ان میں انگریزی قانون کے ماہرین کی بجائے ایسے علماء کو جج مقرر کرے جو قرآن وسنت کا وسیع وعمیق علم رکھتے ہوں۔ کیونکہ اس فیصلے نے اس حقیقت کو اظہر من الشمس کر دیا ہے کہ قرآن وسنّت کے معاملات کا فیصلہ کرنے کے لئے انگریزی قوانین کے تربیت یافتہ جج صاحبان کا تقرر شریعت کا ایک کھلونا بنانے کے مترادف ہے۔ اگر حالت وہی باقی رہی جو آج ہے تو اس طرح دین کا حلیہ بگڑ کر رہ جائے گا۔ اور مسلمان اس قسم کی صورت حال کو کسی قیمت پر برداشت نہیں کریں گے۔

آخر میں ہم جناب جسٹس کریم اللہ دُرانی کو مبارکباد دیتے ہوئے خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں جنہوں نے اس غلط فیصلے سے اتفاق نہیں کیا۔ اور حکومت سے پرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ یہ غیر اسلامی فیصلہ کرنے اور اس پر دستخط کرنے والے ججوں کو اس منصب سے فوراً برطرف کرکے اسلامی قوانین کے مطابق ان کو عبرتناک سزا دی جائے۔

منجانب مجلس تحفظ حقوق القرآن والحدیث

قارئین الحق

الحق کچھ عرصہ سے کتابت وطباعت کے علاوہ سنسر کی مشکلات کی وجہ سے دیر سے شائع ہوتا ہے۔ مگر شائع ہوتے ہی قارئین کے لئے سپرد ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ اکثر قارئین کو یہ مغالطہ ہوتا ہے کہ شاید انہیں تاخیر سے بھیجا جاتا ہے جب کہ ایسی صورت حال نہیں ہے۔ تاہم پچھلے دو ماہ سے پرچہ کی اشاعت بروقت ہوگئی ہے۔ اگر کسی کو پرچہ نہ ملے تو ڈاک خانہ سے شکایت کریں۔ نیز جس خط پر خریداری نمبر نہ ہوگا ادارہ اس کی تعمیل سے قاصر رہے گا۔

جناب ڈاکٹر سعید اللہ قاضی
ایسوسیٹ پروفیسر شعبہ اسلامیات
پشاور یونیورسٹی

امام ابو عیسیٰ الترمذی

امام ترمذیؒ کا نام محمد، والد کا نام عیسیٰ، دادا کا نام سَورۃ اور کنیت ابو عیسیٰ تھی۔[۱] آپ قبیلہ بنو سُلیم سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کا شجرہ کچھ یوں ذکر کیا گیا ہے۔ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ بن الضحاک السلمی الضریر البوغی الترمذی۔

آپ ۲۰۹ھ میں مشہور شہر ترمذ میں پیدا ہوئے۔ اور ۲۷۹ھ میں بوغ نامی گاؤں جو ترمذ سے چھ فرسخ کے فاصلے پر واقع ہے فوت ہوئے اور یہیں پر آپ کا مزار ہے۔[۲]

ابتدائی تعلیم آپ نے کہاں حاصل کی؟ اس کے بارے میں پوری تفصیل ہمیں نہ مل سکی۔ البتہ اتنا معلوم ہے کہ اس وقت خراسان اور ما وراء النہر کا علاقہ علوم و فنون کا مشہور مرکز تھا اور امام بخاری جیسے جلیل المرتبت بزرگ یہاں پر درس حدیث دے رہے تھے۔ ظاہر ہے دور دراز علاقوں سے لوگ آکر آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرتے تھے۔ اس لئے اغلب رائے یہ ہے کہ امام ترمذی نے بھی یہاں ابتدائی تعلیم حاصل کی ہوگی۔[۳]

تحصیل علم کے لئے امام ترمذی نے دور دراز علاقوں کے سفر کئے۔ شریعت اسلامی میں قرآن مجید کے بعد چونکہ حدیث دوسرا مستند مآخذ قانون سمجھی جاتی ہے۔ اس لئے ابتدائی چند صدیوں میں اس کی حفاظت و اشاعت کا بہت بڑا اہتمام کیا گیا۔ اس وقت حدیث کے متعلق مختلف علوم و فنون منظر عام پر آئے۔ خراسان، ما وراء النہر، شام عراق، حجاز، مصر اور مراکش میں حدیث کے بڑے بڑے مرکز قائم ہو گئے۔ اور حجاز جو کہ وحی کا مرکز تھا کے بعد عراق، بخارا اور خراسان کو ایک خاص اہمیت حاصل ہوگئی اور اس علاقے نے بڑے بڑے علماء اور محدثین کو جنم دیا چنانچہ امام ترمذی نے بخارا اور ما وراء النہر کے علاوہ عالم اسلام کے ان علمی مرکزوں کا سفر کیا۔ ابن حجر عسقلانی رقمطراز ہیں:۔

طاف البلاد وسمع خلقاً من الخراسانیین والعراقیین والحجاز۔ امام ترمذی نے کئی شہروں

کا سفر کیا۔ خراسان، عراق اور حجاز کے علماء اور فضلاء سے علم حدیث کی سماعت کی۔[۵]

آپ کے اساتذہ کی تعداد بے شمار ہے لیکن ان میں زیادہ مشہور امام بخاری۔ امام مسلم اور ابو داؤد طیالسی ہیں ان کے علاوہ امام بخاری اور امام مسلم کے اساتذہ سے بھی علم حدیث میں استفادہ کیا۔ سمعانی نے اپنی کتاب "الانساب" اور حافظ الذہبی نے "تذکرۃ الحفاظ" میں ان کا تذکرہ کیا ہے[۶]

بعض دوسرے اساتذہ کے نام یہ ہیں:۔

علی بن حجر مروزی متوفی ۲۴۰ھ۔ ہناد بن سری متوفی ۲۴۳ھ۔ ابوبکر محمد بن بشار متوفی ۲۵۲ھ۔ عبداللہ بن عبدالرحمان الدارمی متوفی ۲۵۵ھ۔ قتیبہ بن سعید بلخی بغلانی متوفی ۲۴۰ھ۔ ابومصعب احمد بن ابی بکر زہری متوفی ۲۴۲ھ۔ ابواسحاق ابراہیم بن عبدالرحمان ہروی۔ ابومحمد اسمٰعیل بن موسیٰ فزاری محدث کوفہ متوفی ۲۴۵ھ اور ابوبکر محمد بن عبدالملک محدث بغداد متوفی ۲۵۸ھ[۸]

امام ترمذی کا حافظہ بہت قوی تھا۔ ایک واقعہ جس کا ذکر تمام تراجم نویسوں نے اپنی اپنی تراجم کی کتابوں میں کیا ہے یہ ہے کہ امام ترمذی نے امام بخاری سے ایک جزو کے برابر احادیث لکھ ڈالیں۔ ایک عرصہ کے بعد استاد سے ملاقات ہوئی چنانچہ انہوں نے اپنے استاد سے دوبارہ ان احادیث کے سننے کی درخواست کی۔ شیخ نے احادیث سنائیں۔ اتفاقاً ترمذی اپنا قلم بند نسخہ اپنی قیام گاہ پر چھوڑ آئے تھے۔ نتیجتہً انہوں نے اپنے سامنے سفید کاغذ رکھے۔ استاد سنا رہے تھے اور امام ترمذی ہاں ہاں کہہ رہے تھے دفعتہً استاد کو شبہ گذرا کہ انہوں نے تو اپنے سامنے بیاض رکھی ہے شیخ کو یہ بات ناگوار گذری۔ امام ترمذی نے ان کی غلط فہمی دور کردی اور فرمایا کہ انہیں یہ ساری احادیث زبانی یاد ہیں۔ اور ساری کی ساری احادیث سنا دیں شیخ نے فرمایا کہ انہوں نے یہ ساری احادیث ان کے آنے سے قبل یاد کی تھیں۔ آپ نے جواب دیا نہیں۔ ابھی یاد کی ہیں۔ اور اگر شک ہو تو اس وقت اور احادیث سنا کر امتحان لے لیجئے شیخ نے بطور امتحان چالیس احادیث سنائیں جن کو امام ترمذی نے ایک بار سن کر یاد کرلیں[۹]

امام ترمذی ایک جلیل القدر محدث تھے۔ ابن حجر اور الذہبی جیسے ماہرین علم حدیث نے ان کو ان الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

مات البخاری ولم یخلف بخراسان مثل ابی عیسیٰ فی العلم والورع

یعنی امام بخاری فوت ہوئے اور اپنے بعد خراسان میں ابوعیسیٰ جیسے علم وتقویٰ والا خلف الرشید نہیں چھوڑا[۱۰] آپ کے کمال علم کی ایک دلیل یہ ہے کہ آپ کے استاد امام بخاری نے آپ سے ایک حدیث روایت کی ہے[۱۱]

شاگرد امام ترمذی کی علمی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس لئے نہ صرف خراسان اور ترکستان

سے بلکہ پورے عالم اسلام سے تشنگان علم آپ سے استفادہ کرنے آتے تھے [۱۲]

امام ترمذی حدیث کے علاوہ تفسیر اور فقہ میں بھی کافی دسترس رکھتے تھے۔ اپنی جامع میں ابواب التفسیر میں مختلف قرآنی آیات انہوں نے جو احادیث اور آثار جمع کی ہیں۔ ان سے تفسیر میں آپ کے تبحر علمی کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔

آپ بہت بڑے فقیہہ تھے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ ترمذی صرف مجموعہ احادیث نہیں ہے بلکہ فقہی اجتہاد کا رنگ بھی اس میں نمایاں ہے۔ امام ترمذی نے ائمہ کے مختلف فقہی مذاہب۔ ان کے فتوے اور دلائل اس میں جمع کئے ہیں۔ گویا کہ فقہی اجتہاد اس کی نمایاں صفت ہے۔ پھر امام ترمذی کا کمال یہ ہے کہ وہ ان مذاہب پر تنقید بھی کرتے ہیں۔ [۱۳]

امام ترمذی بڑے نیک اور زاہد قسم کے انسان تھے۔ کہتے ہیں کہ خوف خدا ان پر اتنا غالب تھا کہ رو رو کر نابینا ہو گئے تھے [۱۴]

آپ کسی کے مقلد محض نہیں تھے بلکہ خود مجتہد تھے۔ اگرچہ بعض مسائل میں آپ امام احمد بن حنبل اور امام شافعی کی تائید کرتے نظر آتے ہیں۔ لیکن اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ وہ ان کے مقلد تھے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ بعض مسائل میں انہوں نے ان کی مخالفت بھی کی ہے۔ وہ عام طور پر اپنے اجتہاد سے فیصلہ کیا کرتے تھے۔ کبھی وہ کسی کے مذہب کے موافق پڑتا کبھی کسی کے۔ اس لئے کسی کی تائید سے ان کو اس کا مقلد گرداننا بے انصافی ہے [۱۵]

<u>تصانیف</u> | امام ترمذی سے پہلے بہت سی احادیث کی کتابیں متداول ہو چکی تھیں۔ ان میں صحیح بخاری۔ صحیح مسلم اور موطا امام مالک اصح الکتب سمجھی جاتی تھیں۔ لیکن امام ترمذی نے جو کتاب جامع / سنن ترمذی کے نام سے تصنیف کی۔ اس کی نوعیت کچھ اور تھی۔ آپ کی جامع کس پائے کی کتاب تھی؟ اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ صحاح ستہ میں اسے شامل ہونے کا شرف حاصل ہے اور ترتیب کے لحاظ سے اس کو بخاری اور مسلم کے بعد رکھا گیا ہے [۱۶]

کسی حدیث کی صحت اور عدم صحت کا انحصار دو چیزوں پر ہوتا ہے۔ حدیث کے راوی کس قسم کے لوگ تھے۔ اور کسی حدیث کی روایت کتنے راویوں نے کی ہے گویا کہ راویوں کی ثقاہت و عدالت اور ان کی تعداد کسی حدیث کی صحت اور عدم صحت کی بنیاد تصور ہوتی ہے۔

راوی کا مسلمان ہونا۔ سچا ہونا۔ صاحب فہم و فراست ہونا۔ عادل ہونا۔ ضابط ہونا۔ صحیح ذہن اور عقیدے کا مالک ہونا وغیرہ ایسی شرائط ہیں جو تمام علما کے ہاں مسلم ہیں۔ مگر ان شرائط میں کمی زیادتی پھر رواۃ کو مختلف درجوں میں تقسیم کرتی ہے۔ کوئی اس حدیث کو زیادہ مستند سمجھتا ہے جس کے راویوں میں مذکورہ شرائط بدرجہ اتم موجود ہوں۔ اور کوئی اس حدیث کو جس کے راویوں کی تعداد زیادہ ہو۔ گویا کہ حدیث کی صحت اور عدم صحت کے بارے

میں محدثین کا طرزِ فکر یکساں نہیں ہے۔ اس غیر یکسان طرزِ فکر نے احادیث کو مختلف درجوں میں تقسیم کیا ہے۔ امام ترمذی اس متداول طریقے سے ہٹے ہیں۔ اور انہوں نے اس حدیث کو لیا ہے جس پر کسی محدث یا امام نے عمل کیا ہو یعنی معمول بھا ہو۔ خواہ راوی اور سند کے لحاظ سے اس کی حیثیت کچھ کیوں نہ ہو۔ چنانچہ وہ چوتھے طبقے تک کے راویوں کی روایتیں قبول کرتے ہیں۔ وہ جو حدیث بھی لیتے ہیں اس کی پوری تفصیل بھی دے دیتے ہیں اور پڑھنے والے کو اس کی صحت اور عدم صحت کے بارے میں پورا علم ہو جاتا ہے[17]۔ گویا کہ جامع ترمذی کی۔

ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کی تمام حدیث کسی امام یا محدث یا فقیہ کے معمول بھا ہیں۔ دوسرے الفاظ میں اس کی ہر حدیث کسی نہ کسی امام، محدث اور فقیہ کے ہاں قابلِ عمل ہے[18]۔

اس کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اس میں روایات کی تکرار نہ ہونے کے برابر ہے۔ ساتھ ساتھ متعلقہ مسئلے کے بارے میں دوسری روایات کا حوالہ بھی دے دیتے ہیں۔ اور روایت کے متن میں کمی یا بیشی کا اظہار بھی کر دیتے ہیں[19]۔

جامع ترمذی کی تیسری خصوصیت یہ ہے کہ روایت یا سند میں جو عیب یا ہنر ہوتا ہے۔ امام ترمذی اس کی نشان دہی کر جاتے ہیں۔ مثلاً یہ حدیث صحیح ہے، حسن ہے ضعیف ہے، مرفوع ہے اور مرسل ہے وغیرہ۔ یا فلاں حدیث کی سند قوی نہیں۔ فلاں راوی قابلِ اعتبار نہیں ہے وغیرہ۔

جامع ترمذی کی چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ فقہی حدیثوں میں وہ فقہا کے مذاہب ان کے فتوے اور ان کے دلائل اور اختلافات دے دیتے ہیں اور ان پر تنقید بھی کرتے ہیں[20] اور

اس کی پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ رواۃ کے ناموں۔ القاب اور کنیتوں کی وضاحت بھی کر دیتے ہیں۔ یہ اس لحاظ سے بہت اہم ہے کہ راوی کے بارے میں شکوک و شبہات باقی نہیں رہتے[21]۔

جامع ترمذی کی ان خصوصیات نے اس کو اتنا مقبول بنایا کہ صاحبِ "حطہ" نواب صدیق حسن خان نے اس کے بارے میں لکھا ہے " لم یؤلف مثله فی هذا الباب" اس باب میں اس جیسی کتاب نہیں لکھی گئی۔[22]

امام ترمذی پر بعض حضرات نے تنقید بھی کی ہے۔ مثلاً ابن حزم نے اس کو "مجہول" لکھا ہے۔ لیکن اس کے بیان کو محدثین نے رد کر دیا ہے۔ اور کہا ہے کہ امام ترمذی سے ابن حزم ناواقف ہیں۔ حافظ ذہبی میزان الاعتدال میں رقمطراز ہیں۔ حافظ العلم ابو عیسیٰ ترمذی کی ثقاہت متفق علیہ ہے اور ان کے بارے میں ابن حزم کا یہ قول کہ وہ مجہول ہے ناقابلِ توجہ ہے۔ درحقیقت ابن حزم ان سے اور ان کی کتابوں جامع اور علل سے واقف ہی نہ تھے[23]۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:۔ ابو محمد بن حزم نے ترمذی کو "مجہول" لکھ کر اپنی ناواقفیت کا ثبوت دیا ہے تو وہ غالباً ترمذی سے واقف ہی نہ تھے اور نہ ان کو ان کے حفظ اور تصانیف کی خبر تھی[24]۔

اس کے علاوہ ابن جوزی نے ترمذی کی ۲۳ روایتوں کو موضوعی شمار کیا ہے۔ لیکن محدثین اس کے ماننے کے

لئے تیار نہیں ہیں۔ وہ ابن جوزی کو متشدد مانتے ہیں۔ گویا کہ ابن جوزی موضوع کہنے میں متشدد واقع ہوتے تھے کہتے ہیں کہ ابن جوزی نے جامع ترمذی صحیح مسلم کی بعض روایات کو بھی موضوع کہہ ڈالا ہے۔ چنانچہ ترمذی پر اس کا اعتراض بے بنیاد ہے۔[25]

ایک اور اعتراض جو ترمذی پر کیا جاتا ہے یہ ہے کہ انہوں نے ایک ہی حدیث کو حدیث صحیح، حدیث حسن، حدیث غریب، حدیث صحیح غریب وغیرہ کہہ دیا ہے۔ یہ اعتراض بھی بے جا ہے۔ اس لئے کہ احادیث کے صحیح، حسن یا غریب ہونے میں محدثین کی رائے مختلف ہیں۔ ان کے بارے میں ان کا معیار بھی ایک نہیں ہے۔ اس لئے یہ ترمذی کی کوتاہی نہیں بلکہ کمال ہے۔ کہ انہوں نے ایک حدیث کی پوری تفصیل دی۔ کہ اس کو کسی نے اپنے معیار کے مطابق حسن قرار دیا ہے کسی نے صحیح اور کسی نے غریب۔[26]

ترمذی کی اہمیت کے پیش نظر بعض لوگوں نے اس پر شروح بھی لکھ ڈالے جن میں سے ابن العربی متوفی ۵۴۶ھ کی شرح عارضۃ الاحوذی، سید الناس متوفی ۷۳۴ھ کی شرح، زین الدین عراقی متوفی ۸۰۶ھ کی شرح، جلال الدین سیوطی کی شرح، ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ کی شرح "اللباب فی ما یقول الترمذی فی الباب" وغیرہ[27] جامع ترمذی کی تلخیص بہت سارے لوگوں نے کی ہے۔[28]

شمائل ترمذی | آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی تو بہت سے لوگوں نے مدون کیے۔ اور ان کی اہمیت کسی پر بھی پوشیدہ نہیں ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ، اعمال، طور طریقے الغرض آپ کی پوری زندگی ہمارے لئے اسوۂ حسنہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ امام ترمذی پہلے شخص ہیں جس کو اس موضوع پر قلم اٹھانے کا شرف حاصل ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ، لباس، عادات و خصائل رفتار و گفتار، نشست و برخاست، معمولات وغیرہ کے متعلق جتنی بھی احادیث امام ترمذی کو دستیاب ہو سکیں۔ انہوں نے ان کو شمائل میں جمع کیا۔ گویا کہ شمائل میں اخلاق نبوی کا مکمل خاکہ موجود ہے۔[29]

کتاب العلل | یہ احادیث کی صحت اور ان اسقام کی جانچ کے لئے ایک مفید کتاب ہے۔ گویا کہ ترمذی نے اس کتاب میں احادیث کے وہ عیوب معلوم کرنے کے طریقے بیان کئے ہیں۔ جو بظاہر کسی کو نظر نہیں آتے۔ لیکن صرف اہل فن ان کو سمجھ سکتے ہیں۔

حوالے

۱۔ ترمذی نسبت کی تین شخصیتیں مشہور ہیں۔ ایک ابو عبد اللہ، محمد بن علی بن حسین المشہور الحکیم متوفی ۲۸۵ھ۔ دوسرا سید برہان الدین صوفی ترمذی جو سید حسین ترمذی یا برہان الدین محقق کے نام سے بھی مشہور ہیں اور تیسرے سید علی ترمذی المعروف بہ پیر بابا جو ۹۰۰ھ کو پیدا ہوئے ہیں۔

اسی طرح علماء کے نزدیک لفظ ترمذی کے مختلف تلفظات ہیں لیکن ان میں متفق علیہ ترمِذی (بکسر التاء و سکون الراء وکسر المیم والذال) ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو دائرہ معارف اسلامیہ ترمذی / ترمذ

۲۔ سَورَہ (بفتح السین وسکون الواو وفتح الراء) کے معنی قاموس میں حدت کو کہتے ہیں۔ حدت کے معنی تیزی ہے شراب میں جو تیزی ہوتی ہے اس کو سَورَہ کہتے ہیں۔

۳۔ ابوعیسیٰ کی کنیت مختلف احادیث میں ممنوع قرار دے دی گئی ہے اب امام ترمذی نے اسے کیوں اختیار کیا تو علماء کا بیان ہے کہ ابتداء میں اس کی ممانعت تھی۔ بعد میں یہ ممانعت ختم ہو گئی۔

۴۔ ترمذ اس پرانے شہر کو کہتے ہیں جو دریائے امو، جو جیحون اور نہر بلخ کے نام سے بھی مشہور ہے، کے کنارے واقع ہے۔ دیکھئے بستان المحدثین۔

سمعانی نے یہ حالات لفظ "بوغ" کے تحت دئے ہیں۔ اس نے تاریخ وفات ۲۷۵ھ دی ہے جو درست معلوم نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ اکثر تراجم نویسوں نے تاریخ وفات ۲۷۹ھ دی ہے۔

۵۔ مولوی ضیاء الدین: تذکرۃ المحدثین اعظم گڈھ ۱۹۶۸ء ۱۳۴ ف ف

۶۔ بستان المحدثین ترمذی۔ ۷۔ تذکرۃ الحفاظ۔ ۸۔ تذکرۃ المحدثین والحطۃ فی ذکر صحاح الستہ، لنواب صدیق حسن خان۔ ۹۔ ایضاً۔ ۱۰۔ بستان المحدثین۔ الحطہ میں یہی عبارت حاکم کی طرف منسوب ہے۔ ۱۱۔ ایضاً ۱۲۔ تذکرۃ المحدثین۔ ۱۳۔ ایضاً۔ ۱۴۔ الحطۃ۔ ایک روایت کے مطابق وہ پیدائشی نابینا تھے۔ لیکن یہ درست نہیں ہے۔ ۱۵۔ تذکرۃ المحدثین۔ ۱۶۔ ایضاً۔ علم حدیث کے ماہرین نے کتب حدیث کو مختلف اقسام میں تقسیم کیا ہے جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

جزو۔ یا مفرد۔ اس مجموعہ احادیث کو کہتے ہیں جس میں فقط ایک شخص کی روایات جمع ہوں۔
مسند۔ جس میں احادیث کو الگ الگ صحابہ کے لحاظ سے ترتیب دی گئی ہو۔
معجم۔ جس میں احادیث شیوخ کے اعتبار سے مرتب ہوں۔
سنن۔ جس میں صرف احکام کی احادیث جمع ہوں ان کی ترتیب فقہی ابواب میں ہوتی ہے۔
جامع۔ جس میں سب نوع کی احادیث جمع ہوں یا جس میں آٹھ قسم کے مضامین جمع ہوں۔ سیر۔ آداب۔ تفسیر۔ عقائد۔ فتن۔ احکام اور مناقب وغیرہ۔
مستدرک۔ جس میں کسی دوسری کتاب کی شروط کے موافق احادیث جمع ہوں گویا یہ اس کتاب کا تتمہ ہوتی ہے۔
مستخرج۔ جس میں کسی دوسرے مجموعہ کی احادیث علیحدہ اسناد کے ساتھ پہلے مجموعے کے مؤلف کے واسطے کے بغیر روایت کر دیا جائے۔ جیسے صحیح اسمٰعیلی صحیح بخاری پر اور صحیح ابوعوانہ صحیح مسلم پر مستخرج ہیں۔

رسالہ ۔جس میں کسی خاص موضوع کی احادیث جمع ہوں ۔

اربعین ۔ چالیس احادیث کے مجموعے کو کہتے ہیں۔

۱۷۔ تذکرۃ المحدثین ۔۱۸۰، ۱۹۔ ایضاً ۔ ۲۰۔ ایضاً ۔ دبستان المحدثین ۔۲۱۔ مقدمہ لسنن الترمذی و تذکرۃ المحدثین ۔۲۲۔ الحطہ ۔۲۳۔ تذکرۃ المحدثین ۔۲۴۔ ۲۵۔ ایضاً ۔ ۲۶۔ ایضاً ۔ علمائے احادیث نے کئی درجوں میں تقسیم کیا ہے ۔تفصیل درج ذیل ہے ۔

صحیح ۔ وہ حدیث جس کی سند راوی سے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہو۔ کوئی راوی نہ چھوٹا ہو ۔ اور اس کے سب راوی حافظے کے مضبوط، عادل اور متقی ہوں۔

حسن ۔جس کے راویوں میں کسی پر جھوٹ کی تہمت نہ ہو ۔ یہ صحیح کے مقابلہ میں کم درجہ رکھتی ہے ۔

مرفوع ۔جو خاص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول فعل یا تقریر ہو۔

متصل ۔جس کی سند برابر ملی ہوئی ہو ۔کوئی راوی نہ چھوٹا ہو ۔یعنی کسی بھی طبقے میں راوی تین سے کم نہ ہوں۔

مسند ۔جس کے راویوں کے نام مذکور ہوں ۔

مشہور ۔جس کی روایت ہر زمانہ میں بہت سے راویوں نے کی ہو ۔یعنی کسی بھی طبقے میں راوی تین سے کم نہ ہوں ۔

ضعیف ۔جس کے راویوں میں کوئی جھوٹ فسق یا کسی اور طریقے سے مطعون نہ ہو۔

موقوف ۔جو کسی صحابی سے روایت کی گئی ہو۔

مرسل ۔ جو تابعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرے اور صحابی کا ذکر نہ کرے ۔

منقطع ۔جس کی سند برابر ملی ہوئی نہ ہو ۔کسی جگہ کوئی راوی چھوٹ گیا ہو۔

مفصل ۔ جس کی سند میں سے دو یا زیادہ راوی چھوٹ گئے ہوں ۔

غریب ۔جس کی روایت میں کسی ایک جگہ راوی صرف ایک ہو ۔اگر ہر زمانہ میں اکیلا ہو گا تو وہ فرد کہلائے گی۔

عزیز ۔ اگر ہر جگہ یا کسی ایک راوی دو رہ جائیں تو اس کو عزیز کہتے ہیں۔

متواتر ۔جس کے راوی ہر زمانہ میں اتنی کثرت سے ہوں کہ ان کے جھوٹ پر عمداً یا اتفاقاً یا عادۃً متفق ہونا محال ہو۔

منکر یا شاذ ۔جس کو کوئی راوی اپنے سے معتبر و ثقہ راوی کے خلاف بیان کرے ۔

معلق ۔جس کے اسناد کے شروع میں ایک یا زیادہ راوی چھوٹ جائیں۔

مدلس ۔جس کو راوی اپنے ہم عصر راوی سے بیان کرے مگر اس سے سنی نہ ہو لیکن طریقہ بیان ایسا ہو گویا اس نے اس سے سنی ہے

معلل ۔جو بظاہر تو عیوب سے پاک ہو مگر اس میں طعن کے پوشیدہ اسباب پائے جاتے ہوں جن کو صرف اہل فن ہی جانتے ہوں ۔

مدرج: جس میں راوی کا کلام اس طرح درج ہو جائے کہ راوی کے کلام پر حدیث کے متن کا گمان ہو جائے۔ یا دو متن جو دو اقسام کے اسنادوں سے مروی ہوں ان کو ایک سند سے روایت کیا جائے۔

موضوع: جو کسی نے خود بنا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے نسبت کی ہو۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہوں شرح نخبۃ الفکر لابن حجر العسقلانی۔ الحطۃ للنواب صدیق حسن خان اور مقدمہ لسنن الترمذی

۲۷: تذکرۃ المحدثین۔ ۲۸، ۲۹، ۳۰۔ ایضاً

کتابیات

اتحاف النبلاء المتقین۔ صدیق حسن خان ترمذی

البدایۃ والنہایۃ   ابن کثیر   ۲۷۹ھ

بروکلمان   ۳: ۱۹۰

التاج المکلل   نواب صدیق حسن خان

تذکرۃ المحدثین   مولانا ضیاء الدین   ترمذی

تہذیب التہذیب   ابن حجر عسقلانی

دائرۃ معارف اسلامیہ   ترمذ، ترمذی

الفہرست   ابن ندیم   ۲۳۳

کتاب العبر   الذہبی   ۲: ۶۴

معجم البلدان   حموی   ترمذ

میزان الاعتدال   ابن حجر

وفیات الاعیان   ابن خلکان   ۴: ۲۷۸   ترمذی

الاعلام۔ خیر الدین الزرکلی۔ ترمذی

البدر الطالع۔ محمد بن علی الشوکانی

بستان المحدثین   مولانا عبد العزیز۔ ترمذی

تذکرۃ الحفاظ   ذہبی   ۶۳۳

ترجمان القرآن   ۱۹۸۰ء   ترمذی

الحطۃ فی ذکر صحاح الستۃ۔ نواب صدیق حسن خان۔ ترمذی

شذرات الذہب   ابن العماد   ۲: ۱۷۴

کتاب الانساب   السمعانی   بوغی

مرآۃ الجنان   یافعی   ۲۷۹ھ

المنتظم   ابن الجوزی   ۲۷۹ھ

النجوم الزاہرۃ   تغری بردی   ۳: ۸

(بقیہ ذکار و اخبار از صفحہ ۵۸)

سماجی خدمات میں کوشاں رہے۔ ان کے ہر دو صاحبزادے مولانا عباد الرحمان صاحب اور مولانا مطیع الرحمان صاحب دار العلوم حقانیہ میں پڑھتے رہے۔ اب فارغ ہو کر دینی خدمات میں مصروف ہیں۔ ادارہ الحق عباسی خاندان کے اس مرد صالح کے رفع درجات کا متمنی ہے۔

دعائے مغفرت کی اپیل ہمارے والد ماجد حضرت مولانا محمد شاہ صاحب مرحوم ۹ ذی الحجہ ۱۴۰۰ھ کو انتقال فرما گئے ہیں۔ تمام قارئین سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔ مولانا عبد الرزاق حقانی۔ جرغہ تنگی چارسدہ

از ڈاکٹر محمد حنیف پروفیسر شعبہ دینیات
اسلامیہ کالج پشاور

حیات و آثار میاں محمد عمر چمکنی رح

زیر نظر مقالہ میں فاضل مقالہ نگار نے اس طویل الذیل مباحث پر مشتمل مقالہ کی تلخیص کی ہے۔ جن پر انہیں پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری دی گئی ہے

پختون خوا کی تاریخ میں مذہبی اور علمی اعتبار سے حضرت اخوند درویزہؒ (المتوفی ۱۰۴۸ھ ۱۶۳۸ء) خوشحال خان خٹک (المتوفی ۱۱۰۱ھ ۱۶۸۹ء) اور حضرت میاں محمد عمر چمکنیؒ (المتوفی ۱۱۹۰ھ ۱۷۷۶ء) کے خاندان کو زیادہ شہرت حاصل ہے۔ ان میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے نقطۂ نظر اور دائرہ کار کے اندر نمایاں کام انجام دیے۔ مگر حضرت میاں صاحب چمکنی کا طرۂ امتیاز یہ ہے کہ زندگی کے کسی خاص شعبہ کے ساتھ اپنے آپ کو محدود نہیں رکھا۔ بلکہ مذہب۔ سیاست۔ علم وادب اور رفاہِ عامہ ہر میدان میں نمایاں کردار ادا کیا۔

اللہ تعالیٰ نے بارھویں صدی ہجری میں دین متین کی خدمت کے لئے سرزمین ہند میں جس طرح ولی اللہی خاندان کو منتخب فرمایا تھا اسی طرح یہ کام سرزمین سرحد میں حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کے خاندان کے حصے میں آیا۔

اس دور میں خادم دین کی حیثیت سے یہاں جن بزرگوں کا نام لیا جا سکتا ہے ان میں سے حضرت میاں صاحب چمکنی بہت اہم اور نمایاں حیثیت کے مالک ہیں۔

آپ کا نام محمد عمر والد بزرگوار کا نام ابراہیم اور دادا کا نام کلا خان تھا[1]۔ پشاور شہر سے مشرق کی جانب سات میل دور واقع ایک گاؤں "چمکنی" میں سکونت کی مناسبت سے میاں صاحب چمکنی کے نام سے مشہور تھے

---

[1] شمس الہدیٰ (قلمی عربی) از میاں محمد عمر چمکنی ۱۱۸۳ھ ص ۱۷، کتب خانہ اسلامیہ کالج پشاور۔ توضیح المعانی (قلمی پشتو منظوم) از میاں محمد عمر چمکنی ص ۷ کتب خانہ مولانا فضل صمدانی مرحوم بہانہ ماڑی پشاور شہر۔

آپ نسبتاً افغانی[1]۔ مولداً فرید آبادی[2]۔ مسکناً پشاوری[3]۔ مذہباً حنفی[4]۔ طریقۃً نقشبندی[5]۔ استفادۃً اویسی[6] اور مشرباً محمدی[7] تھے۔ اور صوبہ سرحد کے شمال میں واقع قبائلی علاقہ باجوڑ میں آباد سڑبنی افغانوں کی شیخی خیل شاخ کے مشہور قبیلہ "ترکانی" کی ایسوزی شاخ کے موسیٰ خیل خاندان سے تعلق رکھتے تھے[8]۔ حدود ۱۰۸۷ھ ۱۶۷۳ء کو صفر المظفر کے مہینے میں جمعۃ المبارک کی صبح کو[10] لاہور میں دریائے راوی کے کنارے آباد بھٹی قبیلہ کے

---

[1] المعالی (قلمی فارسی) از میاں محمد عمر چمکنی (۱۱۵۹ھ) ص ۱۳ کتب خانہ بہانہ ماڑی پشاور۔ توضیح المعانی ص ۶۱، ۷ [2،3] توضیح المعانی ص ۵، ۶ [4،5] ایضاً ۱۰ [6] توضیح المعانی ص ۱۱۔ طریقہ اویسیہ حضرت اویس قرنی المتوفی ۳۷ھ کی جانب منسوب ہے کیونکہ انہوں نے غائبانہ طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پرفتوح سے فیض حاصل کیا تھا۔ اس بنا پر اویسی کی دو طرح سے تعبیر ہوتی ہے۔ ایک یہ کہ کوئی ولی اللہ براہ راست حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض حاصل کرے یا یہ کہ کوئی ولی کسی دوسرے ولی کی روح سے غائبانہ طور پر فیض یاب ہو جاتے۔ دونوں صورتوں میں ایسے بزرگ کو تصوف کی اصطلاح میں اویسی کہتے ہیں۔

طریقت کے مشائخ کبار فرماتے ہیں کہ اویسی اولیاء کرام کو ظاہر میں کسی پیر کی حاجت نہیں ہوتی کیونکہ ان کو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم یا اولیاء حق میں سے کسی دوسرے ولی کی روح اپنے آغوش عنایت میں پرورش دیتی ہے۔ اور یہ بہت اعلیٰ وارفع مقام ہے (ملاحظہ ہو "الفج العمیق" (قلمی فارسی و عربی) از مولانا شیر محمد پشاوری (شاگرد حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی) ص ۴۹، ۴۲ کتب خانہ ریکارڈ آفس پشاور۔ ہمعات از حضرت شاہ ولی اللہ ہمعہ ۱۱۔ نفحات الانس از مولانا عبدالرحمٰن جامی (اردو ترجمہ از حافظ سید احمد علی چشتی) مطبوعہ تعلیمی پرنٹنگ پریس لاہور ۱۹۵۵ء ص ۱۹

[7] المعانی ص ۱۲۔ صوفیائے کرام کے نزدیک اقسام ولایت میں ایک قسم ولایت محمدی ہے جو فناءِ لطیفہ اخفیٰ سے عبارت ہے جو سالک لطیفہ اخفیٰ کی ولایت کی راہ سے واصل ہوتا ہے اسے محمدی المشرب کہتے ہیں۔ محمدی المشربیت سارے مراتب کا جامع اور نہایت عالی مقام ہے اور اس مقام پر فائز سالک متخلق باخلاق اللہ ہوتا ہے (ملاحظہ ہو حالات مشائخ نقشبندیہ از محمد حسن نقشبندی مطبوعہ احسن المطابع مرادآباد ۱۳۲۲ھ ص ۱۳۱، ۵۰۔ ہدایت السالکین از ابو سعید (خلیفہ حضرت مجدد الف ثانی) طبع لاہور ۱۹۱۲ء ص ۴۲) [8] شمس الہدیٰ ص ۱۷۔ نور البیان (قلمی پشتو منظوم) از شیخ نور محمد ۱۱۹۸ھ ص ۷۵۔ کتب خانہ صاحب زادہ عبدالشکور موضع ملا منصور، اٹک [9] روحانی تڑون ص ۵۵، [10] نور البیان ص ۱۲ [11] نور البیان ص ۱۹ رسالہ شجرہ نسب (قلمی پشتو منظوم) از صاحبزادہ احمدی بن حضرت میاں صاحب چمکنی ۱۲۲۳ھ ص ۶

قدیم موروثی شہر[۱] فرید آباد میں تولد ہوئے۔

باجوڑ سے حضرت کلا خان کی ہجرت اور لاہور میں ورود

آپ کے دادا حضرت کلا خان اپنے دور کے مشہور بزرگ[۲] اور قبائلی سردار تھے[۳]۔ اس وقت اس پورے خطے میں کوئی منظم حکومت قائم نہ تھی آئے دن انقلابات اور قبائلی کش مکش کی وجہ سے ہر جگہ افراتفری اور بدامنی کا دور دورہ تھا۔ سیاسی فضا انتہائی مکدر تھی اور کسی کو سکون میسر نہ تھا۔ حضرت کلا خان اس انتشار و فساد کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے چنانچہ انہوں نے یہاں کے حالات سے بددل ہو کر گوشۂ عافیت کی تلاش میں ہندوستان کا رخ کیا[۵]۔ جب آپ لاہور پہنچے تو علماء و فقراء کے قدردان بادشاہ شاہجہان[۶] (المتوفی ۱۰۷۶ھ ۱۶۶۵ء) کو ان کی آمد کی اطلاع ہوئی۔ نہایت عقیدت و احترام سے ان کا خیر مقدم کیا۔ بڑی خاطر مدارات کی۔ شاہانہ عنایات سے نوازا۔ اور فرید آباد بطور جاگیر عنایت کیا۔ حضرت کلا خان نے وہیں سکونت اختیار کر لی۔ اور سکون و اطمینان اور عزت و وقار کے ساتھ ایام زندگی بسر کرنے لگے[۷]۔

لاہور میں بہت جلد ان کی بزرگی کا چرچا ہوا۔ عوام و خواص ان کے ہاں عقیدت مندانہ حاضری دینے لگے ان کی ولایت اور علم و عرفان کی اتنی شہرت ہوئی کہ تاجدار ہند شاہ جہان اور ولی عہد دارا شکوہ بھی ان کے حلقۂ معتقدین میں شامل ہو گئے[۸]۔

یہاں سکونت کے دوران جناب کلا خان حسینی سید حضرت سید محمد گیسو دراز کے خاندان کی[۹] ایک پاک دامن اور عفت مآب خاتون[۱۰] کے ساتھ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو گئے۔ جن کے ہاں بعد میں حضرت میاں صاحب چمکنی کے والد بزرگوار حضرت ابراہیم خان پیدا ہوئے[۱۱]۔

سفر باجوڑ اور حضرت کلا خان کی شہادت

حدود ۱۰۷۶ھ ۱۶۵۵ء[۱۲] میں اپنے اہل قبیلہ کے ساتھ ملاقات کی غرض سے حضرت کلا خان اپنے وطن مالوف باجوڑ کی جانب روانہ ہوئے۔ مگر جب علاقہ یوسف زئی پہنچے تو دبیر کے انتہائی جنوب میں واقع مندنڑ قبیلہ کے) کلان نامی گاؤں کے قریب انہیں شہید کر دیا گیا[۱۳]۔

---

[۱] تاریخ پنجاب (قلمی فارسی) از مفتی شاہ علوی ص ۲۵ کتب خانہ پنجاب یونیورسٹی لاہور [۲] رسالہ شجرہ نسب ص ۴
[۳] توضیح المعانی ص ۱۰۔ رسالہ شجرہ نسب ص ۷ [۴] روحانی تڑون ص ۷۰۸ [۵] رسالہ شجرہ نسب ص ۳۔ توضیح المعانی ص ۵ [۶] رود کوثر ص ۲۴۷ [۷] توضیح المعانی ص ۵۔ شجرہ نسب ص ۴ [۸] رسالہ شجرہ نسب ص ۶
[۹] المعانی ص ۱۲۔ رسالہ شجرہ نسب ص ۷ [۱۰] رسالہ شجرہ نسب ص ۷ [۱۱] ایضاً [۱۲] روحانی تڑون ص ۷۵۹
[۱۳] توضیح المعانی ص ۵ تا ۷

ابراہیم خان اس سفر میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ تھے کہ دوران سفر یہ المناک واقعہ پیش آیا۔ جناب کلا خان کو وہیں دفن کر دیا گیا۔ ابراہیم خان باجوڑ میں چند دن قیام کے بعد اپنے اعزہ و اقارب کے پاس فرید آباد تشریف لے گئے[۱]

کارخانۂ قدرت کی کرشمہ سازی دیکھئے۔ ان دنوں پشاور میں ایسا زبردست قحط پڑا جس نے بڑے بڑے متمول اور صاحب جائیداد لوگوں کو بھی ترک وطن پر مجبور کر دیا۔ ان تارکین وطن میں ایک صاحب سعید خان چغہ خیل بھی تھے جو اپنے گاؤں چمکنی سے جا کر فرید آباد میں قیام پذیر ہوئے۔ وہاں قیام کے دوران ابراہیم خان کے ساتھ ان کے تعلقات استوار ہوئے جس کے نتیجے میں اپنی صاحب زادی سے ابراہیم خان کا نکاح کر دیا۔[۲]

ابراہیم خان کی وفات پر حضرت میاں صاحب چمکنی کی پشاور آمد

حضرت ابراہیم خان اہل السنۃ والجماعۃ کے پیرو کار عالم[۳] صاحب کمال صوفی[۴] اور نجیب الطرفین بزرگ تھے[۵] آپ کا سایۂ شفقت دیر تک قائم نہ رہ سکا چنانچہ ابھی حضرت میاں صاحب چمکنی اور آپ کے دوسرے دو بھائی محمد موسیٰ اور محمد عیسیٰ صغیر السن تھے کہ ابراہیم خان فرید آباد میں انتقال کر گئے[۶] اس وقت سعید خان واپس پشاور آچکے تھے۔ لہٰذا جب اپنے داماد ابراہیم خان کی وفات کی خبر ملی تو فوراً فرید آباد جا کر اپنی صاحب زادی۔ نواسوں اور دوسرے لواحقین کو چمکنی لے آئے[۷] جس کے بعد حضرت میاں صاحب یہاں مستقل طور پر آباد ہو گئے۔

اکتساب علم اور سلوک و طریقت

آپ سات آٹھ برس کی عمر تک فرید آباد میں رہے[۸] جہاں پر آپ نے صرف اکیس پارے تک قرآن کریم پڑھنے کا ذکر کیا ہے[۹] والد کی وفات کے بعد چمکنی میں قیام پذیر ہوئے۔ چونکہ ابتدا ہی سے سلوک و طریقت کا شوق غالب تھا[۱۰] اس لئے اپنا بیشتر وقت علماء وصلحا کی صحبت میں گزار کر تزکیۂ نفس کی سعی فرماتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ موجودہ طریقے پر علوم متداولہ کی تحصیل نہ کر سکے۔ اپنی کتاب المعانی کے مقدمہ میں اس حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ :-

> " علوم ظاہری کی تحصیل کے لئے فرصت اس لئے میسر نہ ہوئی کہ اہل السنت والجماعت کے اس دعا گو نے اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے اپنی عمر گراں مایہ سیر الی اللہ۔ سیر مع اللہ۔ سیر فی اللہ اور سیر من اللہ میں گذاری اور خدا کا ہزار بار شکر ہے کہ اس کی عطائے غیر مجذوذ کی بدولت توحید شہودی

---

[۱] توضیح المعانی ص ۷ [۲] ایضاً [۳] شمس الہدیٰ ص ۱۷ [۴] رسالہ شجرہ نسب ص ۶۔ توضیح المعانی ص ۱۰۔ نور البیان ص ۴۵ [۵] رسالہ شجرہ نسب ص ۶ [۶] توضیح المعانی ص ۵، ۶ رسالہ شجرہ نسب ص ۷ [۷] توضیح المعانی ص ۷۔ رسالہ شجرہ نسب ص ۷ [۸] نور البیان ص ۴۷ [۹] مقدمہ المعانی ص ۱۲ [۱۰] توضیح المعانی ص ۲۲ رسالہ شجرہ نسب ص ۷

کی دولت عظمیٰ نصیب ہوئی جس کے بعد خداوند تعالیٰ کے سر مکتوم کے چشمہ سے علوم کے وہ سمندر ظاہر ہوئے کہ دیکھ کر انسان دنگ رہ جاتا ہے۔ قلم ان کو قید تحریر میں لانے سے قاصر ہے۔ اور دعا گو نہیں جانتا کہ اس نعمت عظمیٰ کا شکر کس طرح ادا کرے"[لے]

لے مقدمہ المعالی صہ ۱۲۔ جب اللہ کے ذکر کی مواظبت اور ریاضات و مجاہدات کی کثرت سے ظلمات نفسانیہ و کدورت طبعیہ کا ازالہ ہو جاتا ہے اور قلب و روح کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک نسبت خاصہ و تعلق مخصوص پیدا ہو جاتا ہے۔ اس وقت قلب پر بلا واسطہ اسباب ظاہری تحصیل و سماع وغیرہ کے کچھ اسرار و علوم شریفہ کا ورود و القا ہونے لگتا ہے۔ اس علم کو علم لدنی اور علم وہبی کہتے ہیں۔ (التکشف از مولانا تھانویؒ مطبوعہ دہلی ۱۳۲۷ھ صہ ۳۲۸ تا ۳۳۰)

اس علم کو علم باطن بھی کہتے ہیں۔ اور قرآن و حدیث دونوں سے اس کا اثبات ہوتا ہے۔ حضرت مولانا تھانویؒ " وعلمناہ من لدنا علماً " کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ

یہ تعلیم ممکن ہے کہ بواسطہ وحی ہو یا بواسطہ الہام اور یہ الہام انبیاء اور غیر انبیاء سب کو ہوتا ہے۔ اور یہ آیت اصل ہے۔ اثبات علم لدنی میں (بیان القرآن سورۃ کہف (۱۸) ایضاً ملاحظہ ہو روح المعانی سورہ کہف آیت ۶۰)

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ زہد فی الدنیا اور قلت کلام اس کو عنایت ہوا ہے تو اس سے نزدیک رہا کرو کیونکہ اس کو حکمت یعنی اسرار وہبیہ کی تعلیم و تلقین من جانب اللہ ہوا کرتی ہے۔ حضرت مولانا تھانوی اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں۔ کہ اس حدیث سے علم اسرار غیر منقولہ کا اثبات ہوتا ہے۔ اور اس کو علم لدنی کہتے ہیں جس کا عطا ہونا اہل اللہ کو بکثرت و بہ تواتر منقول ہے۔ (التکشف صفحہ ۳۳۶)

علم لدنی کے حصول میں اسباب ظاہری کا کچھ دخل نہیں ہوتا بلکہ صرف خدا کے فضل و احسان اور مشیت پر اس کا انحصار ہوتا ہے۔ حضرت خواجہ عبیداللہ احرار المتوفی ۸۹۰ھ فرماتے ہیں کہ:۔

علم لدنی وہ علم ہے جو کسب و علم پر منحصر نہ ہو بلکہ بلا کسب و عمل اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو اپنی عنایت بے علت سے اس علم سے مشرف فرماتا ہے جیسا کہ فرمایا و" علمناہ من لدنا علماً ۔ (رشحات عین الحیاۃ قلمی از واعظ کاشفی، صہ ۲۶۷ کتب خانہ اسلامیہ کالج پشاور

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے شاگرد مولانا شیر محمد لپٹ دری لکھتے ہیں۔ کہ

علم لدنی وہ علم ہے جو عقلی دلائل اور نقلی شواہد کے بغیر صرف تعلیم و تفہیم الٰہی کے ذریعے اہل اللہ کو حاصل ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں فرمایا کہ " ہم نے اس کو اپنی طرف سے علم خاص عطا فرمایا ۔ الفتح العتیق صہ ۵۱۲

حضرت شیخ سعدی لاہوری کے ساتھ ربط و تعلق

حضرت میاں صاحب چمکنیؒ نے جن حضرات سے روحانی فیض حاصل کیا ان میں حضرت شیخ سعدیؒ لاہوری (المتوفی ۱۱۰۸ھ ۱۶۹۷ء) اور سر اعظم مولانا شیخ محمد یحییٰ المعروف بہ حضرت جی اٹک۔ المتوفی حدود ۱۱۲۶ھ - ۱۷۱۴ء۔ کے اسماء گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ آپ کا ابتدا ہی سے حضرت سعدی کے ساتھ روحانی رابطہ قائم تھا بخود فرماتے ہیں کہ ایک دن کتاب "رشحات عین الحیاۃ" میرے ہاتھ میں تھی اور میں خواجہ عبیداللہ احرار (المتوفی ۸۹۵ھ) کے احوال و

ف۱ رشحات فارسی علی بن حسین واعظ کاشفی (المتوفی ۹۳۹ھ) کی تالیف ہے اس کا سن تالیف ۹۰۹ھ ہے یہ کتاب خواجہ عبیداللہ احرار کے مناقب و ملفوظات پر مشتمل ہے جس کے ضمن میں دوسرے خواجگان نقشبندیہ کے حالات بھی درج ہیں۔

بقیہ حاشیہ ص

اس کی ایک نمایاں مثال شیخ ابن العربی کی ذات گرامی ہے جس کے قلب و ذہن کو خداوند تعالیٰ نے اس علم خاص کے انوار سے منور فرمایا تھا۔ شیخ عبدالوہاب شعرانی ان کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

وہ ابتدا میں کسی عرب بادشاہ کے ہاں میر منشی تھے پھر اچانک ایک واقعہ ایسا رونما ہوا جس کے نتیجے میں وہ صحرا کی جانب چل پڑے۔ اور ایک پرانی قبر میں اتر گئے۔ کچھ مدت کے بعد قبر سے نکل آئے۔ اور یہی علوم بیان کرتے تھے جو ان سے منقول ہیں۔

(الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر (قلمی) از شیخ عبدالوہاب شعرانی ص کتب خانہ اسلامیہ کالج پشاور)

شیخ صلاح الدین فرمایا کرتے تھے کہ :-

من اراد ان ینظر الی کلام اهل العلوم اللدنیہ فلینظر فی کتب الشیخ ابن العربی	جو شخص اصحاب علوم لدنیہ کا کلام دیکھنا چاہے تو اسے چاہیئے کہ شیخ ابن العربی کی کتابوں کا مطالعہ کرے

(الیواقیت والجواہر ص ۸)

غرضیکہ علم لدنی حق ہے اور اس سے انکار کرنا درست نہیں۔ حضرت مولانا تھانویؒ منکرین علم لدنی پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :-

اہل تقشف بے سمجھے بوجھے انکار کر کے اس شعر کا مصداق بنتے ہیں۔

وکم من عائب قولاً صحیحاً　　　وآفتہ من الفہم السقیم

یعنی اکثر ایک عیب جو درست بات میں عیب نکالتا ہے اور اس کی یہ مصیبت دراصل اس کی فہم سقیم کی وجہ سے ہوتی ہے

(التکشف ص ۳۲۸، ۳۲۹)

خوارق کے مطالعہ میں مشغول تھا۔ کہ اچانک غیبت[1] کی حالت طاری ہوگئی۔ اس حالت غیبت میں میں نے دیکھا کہ خواجہ موصوف دو اور آدمیوں کے ساتھ ایک جگہ تشریف فرما ہیں۔ مجھے دیکھ کر اٹھے اور بے حد پیار و محبت کا اظہار کیا۔ اس دوران ان دو ساتھیوں میں سے ایک نے حضرت خواجہ عبیداللہؒ سے مخاطب ہو کر کہا کہ

این جوان را مرید خود کنید۔ اس جوان کو اپنا مرید بنائیے۔

حضرت خواجہ نے جواب میں فرمایا کہ :-

این مرید شیخ سعدی است۔ این جا دست تصرف ما کوتاہ است۔ یہ شیخ سعدی کا مرید ہے اور ہم یہاں دخل دینے سے قاصر ہیں۔

حضرت سعدی لاہوری جب پہلی بار ۱۰۹۹ھ ۱۶۸۷ء میں پشاور تشریف لائے تو آپ نے پہلی بار عقیدت مندانہ طور پر آپ کی خدمت میں حاضری دی[2]۔ اس کے بعد وقتاً فوقتاً ان کی صحبتوں سے استفادہ کرتے رہے[3] حضرت سعدی بھی آپ کے ساتھ نہایت پیار و محبت سے پیش آتے اور آپ کو اپنے سینہ بے کینہ کے بے پایاں عنایات و نوازشات سے بہرہ مند فرمایا تھا[4]

مولانا شیخ محمد یحیٰی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت ہونا

۱۱۰۸ھ میں حضرت شیخ سعدی لاہوریؒ کا وصال ہوگیا تو آپ ان کے جلیل القدر خلیفہ شیخ محمد یحیٰی کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے[5]۔ جب حدود ۱۱۲۶ھ میں آپ کے مرشد نے وفات پائی تو اس کے بعد آپ" چمکنی "میں مسند ارشاد و ہدایت پر جلوہ افروز ہوئے۔ اور تادم آخر دعوت و تبلیغ اور اصلاح و ارشاد میں مصروف رہے۔

عبادت و ریاضت اور زہد و تقویٰ

حضرت میاں صاحب ایک شب زندہ دار۔ زاہد و عابد اور مرتاض و متقی بزرگ تھے[6] دن کے وقت آپ مخلوق خدا کے ارشاد و ہدایت میں مصروف رہتے اور رات کا اندھیرا چھا جاتا۔ تو" والذین یبیتون لربہم سجداً و قیاما "کے مصداق ساری رات خدا کے ساتھ راز و نیاز میں گذارتے۔ آپ کا زمین دوز عبادت خانہ آج تک موجود ہے جو آپ کی ریاضت و عبادت اور زہد و تقویٰ پر زبان حال سے

---

[1] کسی وارد غیبی کے غلبہ و ہجوم سے حواس بشریہ کا معطل ہونا اصطلاح تصوف میں غیبت و محو کہلاتا ہے (رسالہ قشیریہ از ابوالقاسم قشیری مطبوعہ ادارہ تحقیقات اسلامی۔ اسلام آباد۔ اشاعت اول ۱۹۷۰ء صہ ۱۲۵، ۱۲۶)۔ و التکشف صہ ۴۹۸۔ ۵۰۸۔ ۶۵۹ [2] ظواہر السرائر (قلمی فارسی) از میاں محمد عمر چمکنیؒ ۱۱۱۲ھ صہ ۲۳۱ [3] ظواہر صہ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۷۔ ۶۹۳ [4] ظواہر صہ ۷۱۸۔ توضیح المعانی صہ ۲۰، ۲۲ [5] ظواہر صہ ۶۳۹۔ توضیح المعانی صہ ۲۰، ۲۲

[6] نورالبیان صہ ۲۲، ۲۸ معرفت از محمد عباس قادریہ طبع پشاور صہ ۱۱۳، ۱۱۴

گواہی دے رہا ہے۔

حُبِّ دنیا سے اجتناب اور قناعت و استغناء خداوند تعالیٰ نے آپ کو نہ صرف علم و عرفان کی دولت سے مالامال فرمایا تھا بلکہ بے حساب دنیاوی مال و منال بھی عطا فرمایا تھا۔ اس کے باوجود آپ کا دل ہمیشہ دنیا کی محبت سے خالی رہا۔ خود دنیا سے کنارہ کش رہتے اور دوسروں کو بھی حبِ دنیا سے احتراز کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔[۱] آپ کہا کرتے کہ :-

" نہ تو میں نے کبھی خدا سے دنیا طلب کی ہے اور نہ کبھی دل میں اس کی تمنا ہوئی "[۲]

تکبر و انانیت سے گریز آپ کی زندگی فقیرانہ اور متوکلانہ تھی۔ فرمایا کرتے تھے کہ تکبر و انانیت مومن کی شان توکل کے خلاف اور خداوند تعالیٰ کے غیظ و غضب کا موجب ہے خود بینی و خود نمائی سے احتراز اور تسلیم و رضا کی تاکید کرتے ہوئے اپنی کتاب " المعالی " میں لکھتے ہیں کہ[۳]

" نفس پروری، خود پرستی اور خود نمائی سے نکل کر پوری امید کے ساتھ خداوند تعالیٰ پر توکل کرو کیونکہ یہی حق پرستوں کی شایانِ شان ہے۔ اور یہی ان کا شیوہ ہے اور حضرت حق جل شانہٗ کی ذات پر بھی تکیہ و توکل تیرے دونوں جہانوں کے امور کے لئے کافی ہے۔" ومن یتوکل علی اللّٰہ فہو حسبہ "

اتباع سنت اور عشق رسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم حضرت میاں صاحب چمکنیؒ، حضور اقدس صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے سچے عاشق تھے[۴] اور آپ کی ذاتِ اقدس کے ساتھ والہانہ عقیدت رکھتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ

" انسان کو چاہئے کہ وہ محبت میں ایسا مستغرق ہو کہ اتباع پیغمبر صلی اللّٰہ علیہ وسلم میں سب کچھ نثار کر کے پروانہ وار جان کی بازی لگانے کے لئے ہر وقت تیار رہے "[۵]

آپ فرماتے ہیں کہ رضائے الٰہی کے حصول کی راہ میں رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی اطاعت و محبت کو اصل الاصول کی حیثیت رکھتا ہے[۶] اور تمام امور میں قولاً، فعلاً، حالاً اور عرفاً تامتابعت رسولؐ لازمی ہے یہی مشرب سلیم اور خداوند تعالیٰ کے قرب کا اصل ذریعہ ہے۔[۷]

جود و سخا اور تواضع و خاکساری آپ سلوک و طریقت میں حضرت خواجہ عبیداللّٰہ احرار سے زیادہ متاثر تھے[۸] لہٰذا سخاوت و فیاضی میں بھی انہی کے نقشِ قدم پر گامزن رہے۔ آپ بڑے سخی الطبع اور دریا دل بزرگ تھے[۹] صبح و شام ہزاروں کی تعداد میں لوگ آپ کے گرد جمع رہتے۔ اور آپ کے لنگر خانہ سے انواع و

---

[۱] نورالبیان ص ۴۱، ۵۰　[۲] مناقب از مسعود گل ص ۹۹　[۳] ملاحظہ ہو المعالی ص ۳۹، ۴۰

[۴] مناقب از مولانا دادین ص ۲۷۔　[۵] المعالی ص ۲۱۷　[۶] شمس الہدیٰ ص ۳　[۷] المعالی ص ۹، ۱۸۳

[۸] ظواہر السرائر ص ۵۳۸، ۵۴۱　[۹] نورالبیان ص ۶۷

اقسام کے طعام سے ان کی تواضع کی جاتی تھی[۱] آپ کی سخاوت کا قابلِ ذکر پہلو یہ ہے کہ مہمانوں کی تعداد میں جتنا اضافہ ہوتا آپ اتنا ہی زیادہ خوش و خرم نظر آتے۔ حد درجہ بے تکلف، متواضع اور خاکسار تھے۔ اور جب کھانے کا وقت آتا تو باوجود اتنی عظمت شان کے بہ نفسِ نفیس کھڑے ہو کر بلاناغہ تقسیم طعام کی نگرانی فرمایا کرتے تھے[۲]

شانِ بے نیازی آپ ایک بے نیاز اور مستغنی المزاج انسان تھے۔ مذہبی معاملات میں شاہانِ وقت کی بھی پرواہ نہ کرتے۔ امراء و سلاطین کے ساتھ ربط و تعلق قائم تھا۔ مگر جب کبھی اس تعلق کا دین کی راہ میں رکاوٹ بننے یا کسی تعلق دار کی اصلاح کے خلاف واقع ہونے کا ذرہ بھر بھی احتمال ہوتا تو آپ فی الفور سخت تنبیہ فرماتے۔ ایک بار جب احمد شاہ درانی نے دربار شاہی میں آپ کی حاضری کی خواہش ظاہر کی تو آپ نے نہایت بے نیازانہ انداز میں یہ جواب ان کو بھیج دیا

اذا جاء الامیر علی باب الفقیر فنعم الامیر

و اذا جاء الفقیر علی باب الامیر فبئس الفقیر[۳]

یعنی جب ایک امیر (دینی مقصد کے تحت) کسی فقیر کے دروازے پر حاضر ہو جائے تو وہ اچھا امیر ہے اور جب کوئی فقیر (دنیاوی مقصد کے پیش نظر) کسی امیر کے دروازے پر حاضر ہو جاتے تو وہ بہت برا فقیر ہے۔

آپ کی صحبت اور نظر و التفات کی تاثیر اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑی پُر تاثیر نظر عطا فرمائی تھی جس پر مہر کی نگاہ ڈالتے اس کا سینہ انوار و اسرار کا خزینہ بن جاتا اور اس کا دل تجلیاتِ الٰہی سے منور ہو کر ذکر حق جل شانہ میں مشغول ہو جاتا۔ آپ کی نظر التفات سے دل کی دنیا یکسر بدل جاتی۔ شکوک و شبہات کے بادل چھٹ جاتے اور غفلت و جہالت کے پردے چاک ہو کر قلب کو بیداری نصیب ہو جاتی۔ آپ اپنی توجہ سے مخلوق خدا کے زنگ آلود قلوب کو ایسا صیقل فرماتے کہ مثل صاف و شفاف آئینہ اس میں نور معرفت کی کرنیں منعکس ہونے لگتیں اور غافل لوگوں کے دلوں کی سرد انگیٹھیوں میں حرارت ذکر کی وہ چنگاری سلگا دیتے جس کی تپش و حرارت سے غیر اللہ کے اثرات جل کر خاکستر ہو جاتے[۴]

جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موجِ نفس ان کی
الٰہی کیا چھپا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں
نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں! (اقبالؒ)

(باقی دارد)
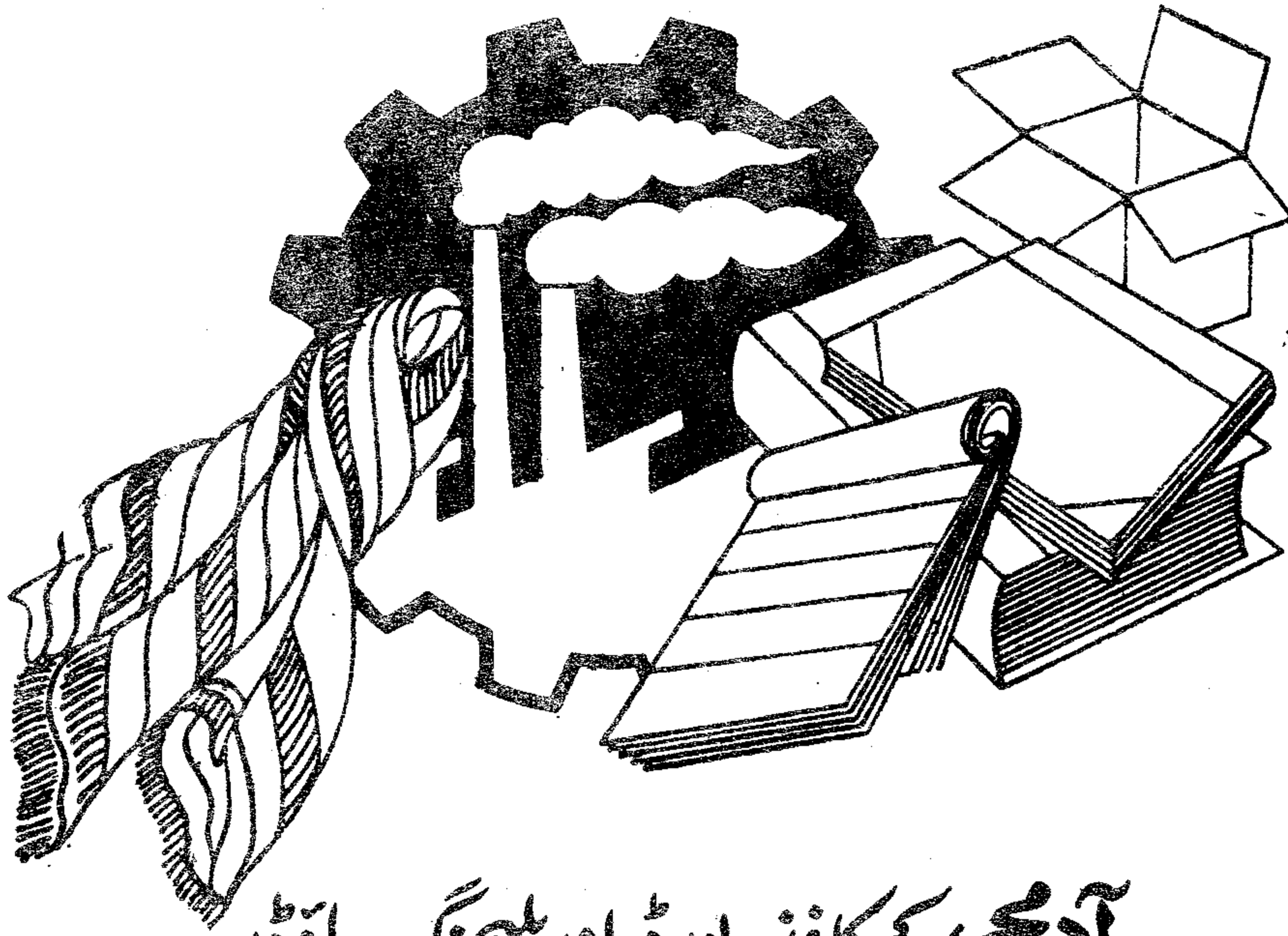
---

[۱] نور البیان ص ۶۷، ۶۸ [۲] ایضاً [۳] مناقب از مسعود گل ص ۲۹ [۴] مناقب از دادین ص ۷۸، ۱۴۷، نور البیان ۷۷، ۲۲ مناقب از مسعود گل ص ۱۳

یہ ہے ایران کی خمینی تہذیب

ایرانی تہذیب وتمدن اور حکمرانوں کی ذہنیت کا شرمناک نمونہ

ذیل میں وہ گندہ اور ایرانی دشنام طرازی اور تبرائی ذہنیت کے ایک نمونہ دلآویزہ کی اصل تصویر کو پیش کیا جارہا ہے، جو نئی دلی میں غیر جانبدارانہ کانفرنس کے موقع پر تقسیم کیا گیا۔ قارئین ملاحظہ فرمائیں اور جو لوگ ایرانی انقلاب کے بارہ میں رطب اللسان ہیں ان سے پوچھیں کیا وہ اسی نظام اور ذہنیت کی تعریف کرتے ہیں۔

دشنام بمذہبے طاعت باشد ز مذہب معلوم و اہل مذہب معلوم
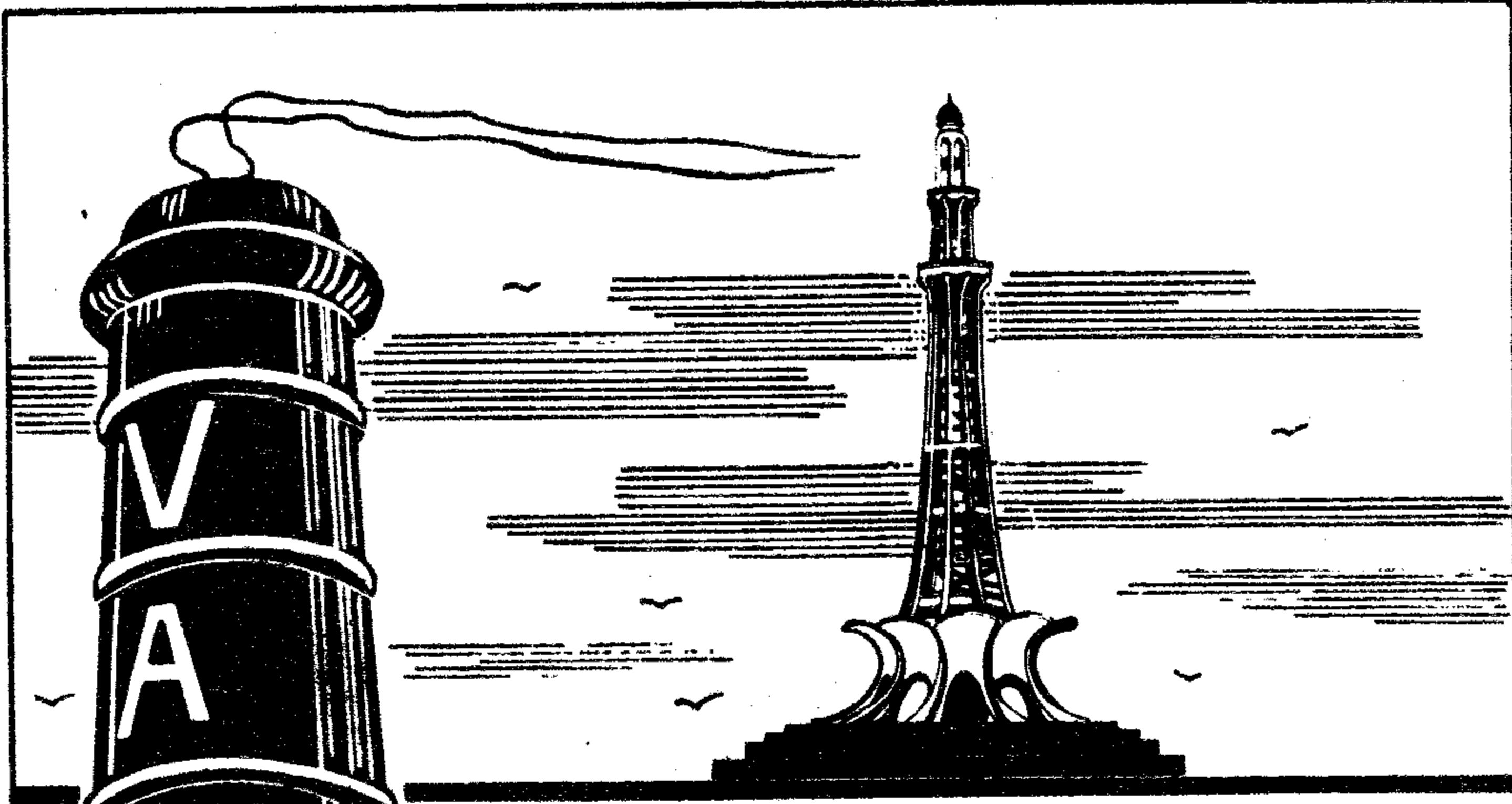
VALIKA
ولیکا
پاکستان کے صنعتی نقشہ میں
اُبھرنے والا سب سے پہلا نام
پاکستان کے صنعتی میدان میں سب سے
پہلے پروجیکٹ کی بنیاد رکھنے کا اعزاز ولیکا کو
حاصل ہے۔ مُلک میں عظیم صنعتوں کے
قیام کے لئے ولیکا کی نمایاں کاوشیں،
قومی معیشت کی ترقی سے وابستہ اداروں کے لئے ہمیشہ
تقویت کا باعث رہی ہیں۔
ولیکا وولن مِلز
کمپنی لمیٹڈ
ORIENT

مکتوب تھائی لینڈ

تھائی لینڈ کی مسلم اقلیت پر کیا گذر رہی ہے

(وقائع نگار خصوصی الحق مقیم تھائی لینڈ)

جب سے تھائی لینڈ کے مسلمان (پتانی) حکومت تھائی لینڈ کے نرغے میں پھنسے ہیں اس وقت سے آج تک اُن پر قیامت برپا ہے۔ اور خدا جانے وہ طاغوتی طاقت کے نیچے کب تک رہیں گے۔ کبھی تو مسلمانوں اور حکومت کے درمیان بات چیت کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اور کبھی اچانک حکومت عوام پر ظلم و ستم شروع کر دیتی ہے۔ خفیہ اور ظاہری طریقے تمام کے تمام بروئے کار لائے جاتے ہیں۔

حکومت کے ساتھ بات چیت کرتے ہوتے لاتعداد مسلمان لیڈر لقمہ اجل بن گئے جن کے قتل کی وجوہات یا آج تک معلوم نہ ہو سکے۔ اور متعدد لیڈر اغوا کر لئے گئے جن کی موت یا حیات کا پتہ تاحال کسی کو معلوم نہیں۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد ۱۹۴۵ء میں جب کہ مسلمانوں اور حکومت تھائی لینڈ کے درمیان بات چیت شروع ہوئی اور یہ فیصلہ طے پایا کہ مسلمان اپنی طرف سے متفقہ طور پر اپنے مطالبات پیش کریں۔ اور اپنا ایک نمائندہ حکومت سے بات چیت کے لئے بھیج دیں۔ لہذا مسلمانوں نے محمد سلونگ بن عبدالقدیر کو بات چیت کے لئے مقرر کیا۔ جناب حاجی محمد سلونگ بن عبدالقدیر ایک جیّد عالم اور عمرانیات کے ماہر انسان تھے۔ اور عوام کے مشہور لیڈر کی حیثیت سے مشہور تھے۔ حاجی موصوف اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ عوام کی طرف سے نمائندگی کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ اور اس بات چیت میں کئی سال بیت گئے۔ آخر ۱۹۴۵ء سے ۱۹۴۸ء تک یہ بات چیت ہوتی رہی۔ مگر کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔

بالآخر مسلمانوں کی طرف سے حاجی محمد سلونگ بن عبدالقدیر نے سات نکات پر مشتمل ایک دستاویز حکومت کو پیش کی جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

۱۔ پتانی کے تمام صوبوں کا ایک ہی مسلمان گورنر ہو۔ جو یہاں کے عوام منتخب کریں گے۔ (یاد رہے کہ پتانی کے اس وقت سے لے کر آج تک چار ہی صوبے ہیں جن کے نام یہ ہیں۔ پتانی۔ یلا ستون اور نراتیواٹ

۲۔ ان چار صوبوں کی تمام آمدنی انہی صوبوں پر خرچ کی جائے۔

۳۔ سکنڈری کلاسوں کے نصاب ملائی زبان میں ہوں جو یہاں کے باشندوں کی مادری زبان ہے۔
۴۔ ان چاروں صوبوں میں ۸۰ فیصد ملازمین یہاں کے باشندے ہوں۔
۵۔ ان چاروں صوبوں میں تھائی زبان کے ساتھ ساتھ ملائشیا کی زبان بھی سرکاری زبان قرار دی جائے۔
۶۔ ان چاروں صوبوں میں مکمل اسلامی آئین نافذ کیا جائے۔ اور مسلمانوں کی رسومات کو تحفظ دیا جائے۔
۷۔ عدلیہ کو اسلامی آئین کے تحت احکامات صادر کئے جائیں۔

یہی وہ سات نکات تھے جو حاجی محمد سلونگ بن عبدالقدیر کی نمائندگی میں حکومت تھائی لینڈ کو پیش کئے گئے۔

اس میں علیحدگی اور خود مختاری کے مطالبہ کا اشارۃً تک بھی نہیں۔ لیکن حکومت مسلمانوں سے خود مختاری کے خدشات محسوس کرنے لگی ہے۔ اس بات چیت کے دوران پٹانی کا گورنر تبدیل کر دیا گیا۔ اور اس کی جگہ دوسرا وفادار گورنر مقرر کر دیا گیا۔ ابھی اس گورنر کو متعین ہوئے صرف دو ہفتے ہی گذرے تھے کہ حاجی محمد سلونگ بن عبدالقدیر کی گرفتاری کے احکامات جاری ہوگئے۔ ۱۶ رجنوری ۱۹۴۸ء کا دن تھا اور اسی ہی دن کے غروب آفتاب ہونے کے ساتھ ساتھ حاجی محمد سلونگ بن عبدالقدیر کی قسمت کا فیصلہ ہو چکا تھا کہ چار پولیس کے سپاہی بمعہ انسپکٹر جنرل پولیس حاجی صاحب کے گھر داخل ہوئے۔ اور حاجی صاحب سے کہا کہ گورنر صاحب نے آپ کو ملاقات کے لئے طلب کیا ہے۔ انہوں نے گرفتاری کا اظہار اس لئے نہ کیا۔ کہ حاجی صاحب عوام میں بہت مقبول ہیں لہٰذا مزاحمت کے خطرہ کے پیش نظر ملاقات کا بہانہ کر کے ۸ بجے حوالات میں بند کر دیا۔ اور ان کے ساتھ غیر انسانی سلوک کیا۔ دو دن بعد حاجی صاحب کو پٹانی کے بڑے جیل میں منتقل کر دیا گیا۔ ابھی یہاں دو مہینے بھی پورے نہ ہوئے تھے کہ وہاں سے بھی خفیہ طور پر تبدیل کر دیا

حاجی صاحب موصوف چونکہ ایک عوامی لیڈر تھے اور عوام میں بے چینی پیدا ہو چکی تھی لہٰذا حکومت کو یہ فکر دامنگیر ہوا کہ کہیں لوگ انہیں اغوا نہ کرلیں۔ لہٰذا اس جیل سے حاجی صاحب کو صوبہ نخن سی تمارٹ کے بدترین جیل میں تبدیل کر دیا۔

حاجی صاحب ایک خط میں رقم طراز ہیں

"میں موت کے انتظار میں گھنٹے اور منٹ گن رہا ہوں۔ میرے ساتھ جیل میں انتہائی ناروا سلوک کیا جاتا ہے۔ میں اپنے ماضی اور مستقبل پر جب نگاہ ڈالتا ہوں تو انبیاء کرامؑ اور صحابہ کرامؓ کی زندگیاں میرے سامنے آجاتی ہیں کہ انہوں نے مجھ سے کہیں زیادہ اذیتیں اور تکلیفیں برداشت کی ہیں۔ لہٰذا میرے لئے یہ عظیم سہارا ہے جو میں دل کو دے رہا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے صبر اور استقامت کی توفیق بخشے۔ اور روز قیامت انبیاء صلحا اور شہدا کی صف میں کھڑا کرے۔ آمین یا الہ العالمین"

حاجی محمد سلونگ بن عبدالقدیر

یہ خط خفیہ طور پر صوبہ یلا میں شائع ہوا ہے ۔ بعدازاں حاجی صاحب مذکور کا کچھ پتہ نہیں چلا ۔ قرین قیاس یہی ہے کہ انہیں سزا سے موت دے دی گئی ہے ۔ حاجی صاحب کے علاوہ بھی سینکڑوں علماء کرام اور محبانِ وطن کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ۔

روزنامہ اخبار تھائی رت ۵ ر فروری ۱۹۸۱ ء کا بیان ہے کہ صوبہ پتانی کی جامع مسجد کے پیش امام کو ایک نامعلوم شخص نے قتل کر دیا ہے ۔ درحقیقت مولوی کا قتل حکومت کی سازش ہی سے ہوا ہے کیونکہ مولوی صاحب عوام میں بہت مقبول تھے ۔ امامت اور خطابت کے علاوہ سیاسیات میں بھی ان کا بہت زیادہ عمل دخل تھا ۔ لہٰذا موقعہ ملتے ہی انہیں شہید کر دیا ۔

ضلع پتانی کے دارالعلوم نورالاسلام کے ایک نوجوان استاد جناب محمد مکی جن کی ۳۰ برس تھی کو شہید کر دیا گیا ۔ مولانا محمد مکی صاحب دارالعلوم نورالاسلام میں طلبا کو ابتدائی کتابیں پڑھاتے تھے اور گردونواح میں بھی بہت مقبول تھے ۔ اسی طرح اکثر مسلمان شہید کر دیتے جاتے ہیں مگر قاتل گرفتار نہیں کیے جاتے ۔ صاف ظاہر ہے کہ پس پردہ حکومت ہی یہ کارروائیاں کرا رہی ہے جس کے باعث عوام دن بدن حکومت سے متنفر ہو رہے ہیں ۔ مسلمانوں کے خون کی یہ ارزانی ایک نہ ایک دن ضرور رنگ لائے گی ۔

صوبہ یلا میں دو سال قبل ایک مسلمان کو شہید کیا گیا جو اپنے علاقے کا چیئرمین بھی تھا اور خدمت خلق میں پیش پیش تھا ۔ ایک فوجی نے اسے گولی ماری ۔ مگر لوگوں نے فوری طور پر اس فوجی کو پکڑ کر پولیس کے حوالے کر دیا ۔ حکومت نے چند یوم اسے جیل میں رکھ کر رہا کر دیا ۔

اب بھی ان چاروں صوبوں میں لاتعداد سکول اور کالج بند ہیں ۔ حکومت اور عوام دونوں ایک دوسرے سے بدظن ہیں ۔ حج کمیٹی کا ایک مشہور و معروف رکن جو ہر سال بحری راستے حجاج کو لے جاتا تھا اسے بھی شہید کر دیا گیا ۔ غرضیکہ جو آدمی بھی عوام میں مقبول ہوا اسے شہید کر دیا جاتا ہے ۔ اور اب مسلمانوں پر غیر مسلموں کے عقائد ٹھونسے جا رہے ہیں ۔

۳ ر مارچ ۱۹۸۱ ء کو ضلع یلا میں ایک سکول کا سنگِ بنیاد رکھا گیا اور دعا کے لیے بدھ مذہب کے علماء کو بلایا گیا اور سنگِ بنیاد میں انہیں پیش پیش رکھا گیا ۔ بعد میں مسلمانوں کے معززین کو آنے کی اجازت ملی ۔ اور انہوں نے سنگِ بنیاد کے لیے دعا کی ۔ یہ وہ علاقہ ہے جہاں مسلمانوں کی ۸۵ فیصدی آبادی ہے ۔

سنگاپور کا ایک روزنامہ سٹریٹس ٹائم ۲۸ ر اپریل ۱۹۷۹ ء اپنے نامہ نگار مس بارہ کے حوالہ سے لکھتا ہے ۔ حکومت تھائی لینڈ کی پالیسی مسلمانوں کے وجود کے خلاف ہے ۔ اور حکومت مسلمانوں کو یہاں سے نکال دینے کا تہیہ کر چکی ہے مسلمانوں کو بلاوجہ قتل کر دیا جاتا ہے ۔ اکثر فوج اور پولیس کے آدمی دوکانداروں سے پیسے ادا کئے بغیر سودا سلف زبردستی لے لیتے ہیں ۔ فوج اور پولیس عوام سے تصادم کے مواقع خود مہیا کرتی ہے ۔ مسلمانوں کی مذہبی اور سیاسی آزادی سلب کر لی گئی ہے اور مسلمانوں سے غلاموں جیسا سلوک روا رکھا جاتا ہے ۔

یہ ایک بیرونی اخبار کا تاثر ہے۔ آخر کوئی ایسا ہے کہ جو پٹانی کے مسلمانوں سے ہمدردی کا اظہار کرے۔ آج تو تمام عالم اسلام اپنے پسینہ میں ڈوب رہا ہے تو وہ اقلیت کی حیثیت میں رہنے والے بھائیوں کی کیا مدد کرے گا۔ آج مسلمان عیاشی میں مبتلا ہو چکے ہیں ؎

شمشیر و سناں اول طاؤس و رباب آخر آ تجھ کو بتا دوں میں تقدیر اُمم کیا ہے

جو قوم اللہ تعالیٰ سے باغی ہو جاتی ہے اس کا انجام اس سے بھی بدتر ہوگا

پٹانی کے عوام اور علماء سے یہ اپیل ہے کہ آئیے ہم اپنے اپنے اعمال پر نظر ثانی کریں۔ تو اللہ تعالیٰ ہم سے یہ تمام مصائب دور فرما دیں گے۔ آج دنیا کے تمام ممالک سے مسلمانوں کے ساتھ ظلم و ستم کی آواز آ رہی ہے۔ آج وہ مسلمان کہاں ہیں جو اپنے بھائیوں کے درد پر درد مند ہو جاتے تھے مٹھی بھر یہودی مسلمانوں کے پیچھے لگے ہوتے ہیں اور مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور کافی حد تک کامیاب ہیں۔

وزیر اعظم کیت سیورا اسمبلی میں تقریر کے دوران کہتے ہیں :-

" اگر کوئی تھائی لینڈ میں رہنا نہیں چاہتا تو نکل جائے۔ مگر تھائی لینڈ کی سرزمین سے ہم جانے نہیں دیں گے۔"

دوسرا وزیر اعظم جین یورٹ سرٹ کہتا ہے۔

" اگر یہ لوگ سیامی ہیں تو ان کو سیامی زبان کیوں نہیں آتی۔ اور اگر سیامی زبان نہیں آتی۔ تو سیام میں کیوں رہتے ہیں؟"

وزیر داخلہ پرا پارٹے یوں کہتا ہے۔

" اگر آپ نہ ہوں تو کوئی بات نہیں مگر ہم سیام کی سرزمین آپ کے ساتھ جانے نہیں دیں گے۔"

"سیاست دان کیسج سنگ قوم نامی پارٹی کے سربراہ ککرٹ پاموج جو ۱۹۷۵ء میں دو سال تک وزیر اعظم رہے، کہا اگر کوئی سیام میں رہنا نہ چاہے تو بے شک نکل جائے مگر ہماری زمین اپنے ساتھ نہ لے جائے۔"

ان چاروں معروف ہستیوں کے تاثرات آپ نے پڑھے۔ قارئین خود سوچیں کہ کفار مسلمانوں کے متعلق کیا عزائم رکھتے ہیں۔ تھائی لینڈ کے اخوان المسلمین عالم اسلام سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ متحد ہو جائیں اور اسلام دشمن عناصر کا مقابلہ کریں۔

نوٹ۔ بی بی سی ۱۲ مارچ ۱۹۸۱ء کے ایک نشریہ میں بتایا گیا ہے کہ صوبہ یلا میں مسلمانوں نے بموں کے کئی دھماکے کئے جس سے سیاح لوگوں کی آمد و رفت پر کافی اثر پڑا ہے۔ نیز فلپائن میں باغی مسلمانوں اور حکومت کے مابین ایک جھڑپ میں ۴۰ مسلمان شہید ہو گئے۔ اور حکومت کے سخت اقدام کے باعث ہزاروں مسلمانوں نے اپنے گھر بار چھوڑ دیئے ہیں۔

پروفیسر ثناء اللہ صاحب مجاہد

یونیورسٹی گرانٹس کمیشن اور مطالعہ اسلام
"اسلامی تعلیمات" کے ساتھ افسوسناک رویّہ

پاکستان کا وجود اس لئے عمل میں آیا تھا کہ مسلمانانِ برصغیر ایک ایسا خطہ چاہتے تھے جہاں وہ اپنی زندگیاں اسلامی تعلیمات کو اپنا کر گذاریں۔ اسی لئے اس وقت یہ نعرہ عام طور پر سنا جاتا تھا کہ "پاکستان کا مطلب کیا، لاالہ الااللہ" مگر افسوس کہ پاکستان کو وجود میں آئے تقریباً ایک تہائی صدی بیت گئی لیکن "ہنوز روزِ اوّل" والا معاملہ ہے۔ ہم ابھی تک زبانی دعووں کی منزل سے گذر کر عمل کے میدان میں قدم نہ رکھ سکے۔ وجوہات اور اسباب کی تلاش کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ ایک تہائی صدی کے اس طویل عرصے میں پاکستان کے سیاسی افق پہ بہت سی حکومتیں طلوع اور غروب ہوئیں۔ ہر حکومت اپنی بقا کے لئے جوڑ توڑ میں مصروف رہی اور شاید اسی لئے ان کو اتنا وقت نہ مل سکا کہ وہ حصولِ پاکستان کے بنیادی مقاصد کی تکمیل کر سکیں۔ اتنے طویل عرصے میں آنے والی حکومتوں میں موجودہ حکومت اس لئے انفرادیت کی حامل ہے کہ اس کے سربراہ نے روزِ اول ہی سے قوم سے اسلام کے نفاذ کا وعدہ کیا اور اس کے لئے ایفا کی مخلصانہ کوشش بھی کی۔

اسلام کا نفاذ صرف ضابطوں یا قوانین کے تحت نہیں ہو سکتا۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ مسلمان بچوں کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرایا جائے۔ اسلامی تعلیمات سے روشناسی صرف اسی صورت ممکن ہو سکتی ہے کہ نصابِ تعلیم میں اسلامی تعلیمات کو لازمی مضمون کی حیثیت سے متعارف کرایا جائے تاکہ ہر طالب علم خواہی نخواہی اس مضمون کو پڑھنے پر آمادہ ہو۔

حال ہی میں یونیورسٹی گرانٹس کمیشن نے اعلان کیا تھا کہ اسلامی تعلیمات پر مبنی ایک پرچہ ڈگری کی سطح پر اور ایک پرچہ ایم اے۔ ایم ایس سی کی سطح پر لازمی ہوگا۔ اس اعلان کو سن کر یہ امید بندھی تھی کہ ڈگری اور پوسٹ گریجویٹ کلاسوں میں اس مضمون کو لازمی مضمون کی حیثیت دے کر صدرِ پاکستان کے نفاذِ اسلام کے وعدے کی تکمیل میں مدد ملے گی۔ مگر "اے بسا آرزو کہ خاک شدہ" ابھی اس اعلان کی سیاہی بھی خشک نہ ہوئی

تھی کہ اس سلسلے میں قواعد پر نظر ثانی کی گئی اور پوسٹ گریجویٹ کلاسوں میں اس مضمون کو ختم کرنے کا اعلان کر دیا گیا۔

پتہ نہیں وہ کونسا خفیہ ہاتھ ہے جو نہیں چاہتا کہ پاکستان کے حصول میں جو اسباب و مقاصد کارفرما تھے ان کی کسی طرح تکمیل ہو سکے۔ اس خفیہ ہاتھ کی مذموم کارفرمائیاں درج ذیل حقائق سے اچھی طرح ہو جاتی ہیں۔

۱۔ ایک تہائی صدی گذرنے کے باوجود پاکستان میں اس کی قومی زبان ابھی تک وہ مقام حاصل نہیں کر سکی جس کی وہ حامل ہے جب کہ ہمارے پڑوسی ملک بھارت میں جو کہ ہمارے ساتھ ہی آزاد ہوا تھا ہندی کو عملاً سرکاری زبان کی حیثیت حاصل ہے۔

۲۔ مزید ستم یہ کہ ابھی حال ہی میں اعلان کیا گیا کہ اردو جسے لازمی مضمون کی حیثیت حاصل ہے اس میں علاقائی زبانیں بھی شامل ہوں گی۔ گویا قومی زبان کی اہمیت آدھی رہ گئی۔

۳۔ کراچی کے اعلیٰ ثانوی بورڈ نے کالجوں میں اختیاری مضامین کی جو فہرست دی ہے اس میں اکنامکس، سوکس وغیرہ کے مدمقابل تو کوئی مضمون نہیں لیکن اسلامیات کو چار مضامین کے ایک گروپ میں شامل کیا گیا جس میں سے صرف ایک کو اختیار کیا جا سکتا ہے۔ یہ مضامین اسلامیات، تاریخ اسلام، تاریخ عمومی اور نفسیات ہیں۔

۴۔ تقریباً تمام کالجوں میں عربی کو بطور اختیاری مضمون ختم کر دیا گیا ہے شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ مسلمان بچے اسلام کے بنیادی ماخذوں سے براہ راست استفادہ نہ کر سکیں۔

اس خفیہ ہاتھ کی نشاندہی ارباب اقتدار اور ملک و ملت کا درد رکھنے والے دانشوروں کے ذمے ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مبنی جو تاسہا مضمون یونیورسٹی گرانٹس کمیشن نے لازمی قرار دیا ہے اس میں پاس ہونا تو ضروری ہے لیکن وہ مجموعی نمبروں میں شامل نہیں ہوں گے۔ اور اس لئے اس کے نمبر ڈویژن پر اثر انداز نہیں ہوں گے محکمہ تعلیم کے ماہرین نصاب کی اس منطق کی داد بھلا کون دے سکتا ہے۔ تفصیل ملاحظہ ہو۔

۱۔ بی اے، بی ایس سی وغیرہ ڈگری کلاسوں میں مطالعہ اسلام اور مطالعہ پاکستان ایک لازمی مضمون ہوگا جس میں کامیابی حاصل کئے بغیر ڈگری کا حصول ممکن نہیں ہوگا۔

۲۔ مطالعہ اسلام اور مطالعہ پاکستان دونوں کی حیثیت مساوی ہوگی۔ گویا سو نمبر کے پرچے میں پچاس نمبر مطالعہ اسلام کے اور پچاس نمبر مطالعہ پاکستان کے ہوں گے۔

۳۔ مذکورہ پرچے کے نمبر طالب علم کے مجموعی نمبروں میں شامل نہیں ہوں گے۔ یعنی اس پرچے کے نمبروں میں کمی بیشی کسی طالب علم کی ڈویژن پر اثر انداز نہیں ہوگی۔

۴۔ مطالعہ اسلام کی اہمیت تو یہ کہ پاس ہونے کے لئے صرف سترہ نمبر مطلوب ہوں گے لیکن اس کا نصاب اس قدر طویل

رکھا گیا ہے کہ اسے مکمل کرانے کے لئے پورے تعلیمی سال کی مدت ناکافی ہوگی۔ نصاب کی طوالت، نمبروں کی کمی اور امتحان کے نتیجے پر ان کی غیر مؤثر حیثیت کا نتیجہ لامحالہ یہ نکلے گا کہ طلباء میں اس مضمون سے بیزاری کا رجحان بڑھے گا۔

۵۔ لیکن اس کا سب سے بڑا افسوسناک پہلو یہ ہے کہ پاکستان میں کراچی یونیورسٹی میں بیس سال سے "اسلامی نظریہ حیات" کا جو پرچہ سو نمبروں کا ہوتا تھا نئی تعلیمی اسکیم کے بعد اسے ختم کر دیا گیا۔ گویا کہ اسلامیات کے نام سے پچاس نمبروں کا ایک نصف پرچہ دیا گیا اور سو نمبروں کے پورے پرچے سے طلباء کو محروم کر دیا۔ ملاحظہ فرمایا آپ نے، محکمہ تعلیم کے ماہرین تعلیم نے صدر مملکت کے حکم کی تعمیل میں کس حسن ذوق کا ثبوت دیا۔ اور کیسی بے مثال منطق کا مظاہرہ فرمایا۔

۶۔ اسی طرح اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور میں ایم اے کی کلاسوں میں اسلامی تعلیمات کا سو نمبروں کا ایک پرچہ لازمی ہے لیکن نئی تعلیمی اسکیم کے نفاذ کے بعد یہ لازمی نہیں رہے گا اور اس کی بجائے ڈگری کلاسوں میں پچاس نمبروں کے نصف پرچے پر اکتفا کرنی پڑے گی۔

۷۔ اس مضمون کا ایک استاد ہونے کی حیثیت سے میرا کئی برسوں کا یہ مشاہدہ ہے کہ چونکہ اس پرچے میں زیادہ سے زیادہ نمبر حاصل کرنے کے بعد بھی ڈویژن پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اس لئے طلباء اس مضمون کو کوئی اہمیت نہیں دیتے اور نہ حاضری کی پرواہ کرتے ہیں۔ پاس ہونے کے لئے نمبر کسی نہ کسی طرح حاصل ہو ہی جاتے ہیں۔ پہلے عام طور پر اس مضمون کی کلاس میں حاضری دس فیصدی ہوتی تھی اب اوسط حاضری کی بھی توقع نہیں رکھنی چاہئے۔ پاس ہونے کے لئے سترہ نمبر مطلوب ہوں گے اور وہ کسی نہ کسی طرح حاصل کر ہی لیں گے۔

مذکورہ بالا حقائق سے پتہ چلتا ہے کہ طلباء اس مضمون کو سنجیدگی سے نہیں پڑھتے۔ اس امر کی طرف ان کی زیادہ سے زیادہ توجہ مبذول کرانے کی خاطر یہ مطالبہ کرنا بے جا نہ ہوگا۔

۱۔ اسلامی تعلیمات پر بھی ایک پرچہ جس طرح ڈگری کلاسوں میں لازمی کیا گیا ہے۔ اسی طرح ایم اے وغیرہ کی کلاسوں میں لازمی کیا جائے۔

۲۔ اسلامی تعلیمات کے پرچے کو سو نمبروں کا ایک مستقل پرچہ رکھا جائے اور اس کے نمبروں اور وقت میں کوئی اور پرچہ شامل نہ کیا جائے۔

۳۔ مطالعہ پاکستان کے پرچے کو سیاسیات یا تاریخ کے ساتھ شامل کیا جائے۔

۴۔ مطالعہ پاکستان کو انگریزی کے ساتھ اس کے نمبروں میں بھی شامل کیا جا سکتا ہے۔ ۵۔ طلباء میں اسلامی تعلیمات کا شوق پیدا کرنے اور اس ضمن میں طلباء کی حاضری کو معمول پر لانے کے لئے ضروری ہے کہ اس پرچے میں نہ صرف پاس ہونا ضروری سمجھا جائے بلکہ اس کے نمبر مجموعی نمبروں میں شامل کئے جائیں اور ڈویژن بنانے کے لئے بھی اس کے نمبروں کا شمار لازمی قرار دیا جائے۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ
حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ
اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ وَاعْتَصِمُوْا
بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

O ye who believe! Fear God as He should be feared, and die not except in a state of Islam. And hold fast, all together, by the Rope which God stretches out for you, and be not divided among yourselves.

PREMIER TOBACCO INDUSTRIES LIMITED

★ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب سہارنپوری ۔ حال مقیم مدینہ منورہ

مدینہ منوّرہ سے شیخ مدینہ کا تازہ مکتوب

بقیۃ السلف حضرت الشیخ مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مہاجر مدینہ طیبہ کے تازہ دو مکتوبات حال ہی میں موصول ہوئے ۔ ایک شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب اور دوسرا اسیر مالٹا مجاہد جلیل مولانا عزیز گل مدظلہ کا کاخیل کے نام متبرک والا ناموں میں قارئین بھی شریک ہو جائیں ۔ ادارہ

باسمہ سبحانہ

مکرم و محترم حضرت مولانا عبدالحق صاحب زادت معالیکم ۔ بعد سلام مسنون ـــــ گرامی نامہ حاجی محمود صاحب کے لفافہ میں ملا ۔ میری طبیعت کئی سال سے خراب چل رہی ہے آج کل ضعف زیادہ ہو رہا ہے ۔ آپ اور دارالعلوم کے طلبہ میری صحت کے لئے دعا کر رہے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے مگر حضرت مولانا ! اب تو میری عمر ۸۶ سال ہو گئی اب صحت کا کیا محل رہا اب تو میرے لئے حسن خاتمہ اور مغفرت کی دعا کریں ۔ آپ کی علالت کی خبر سے بالخصوص آنکھوں کی بیماری سے بہت قلق ہے ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے ۔ آپ اس حالت میں بھی درس حدیث جاری رکھے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے ۔ یہ ناکارہ تو تقریباً ۱۲ سال سے اس خدمت سے بھی محروم ہے اور بھی کوئی کام ضعف کی وجہ سے نہیں ہو پاتا اللہ تعالیٰ ہی رحم فرمائے ۔ میں آپ کے لئے اہتمام سے دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ صحت و قوت عطا فرمائے ۔ اور جب تک زندگی ہے حدیث پاک کی خدمت لے لے ۔ اور جب وقت آجائے تو خاتمہ بالخیر عطا فرمائے ۔ اس سے بہت مسرت ہوئی کہ دارالعلوم میں خیریت ہے اللہ تعالیٰ آئندہ بھی مکروہات سے محفوظ فرمائے ۔ آج کل تو بڑے فتن کا زمانہ چل رہا ہے ۔ میری طرف سے مدرسین کو بھی سلام مسنون فرما دیں ۔ مولانا عزیز گل کے لئے بھی دعا کرتا ہوں ۔ اللہ تعالیٰ اپریشن کو کامیاب فرمائے ۔

عزیزان سمیع الحق و انوار الحق نیز مولانا سلطان محمود صاحب سے سلام مسنون فرما دیں ۔ فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث ۔ مدینہ طیبہ ۔ ۱۰ مارچ ۸۱ء

ـــــــ (۲) ـــــــ

باسمہ سبحانہ

مکرم و محترم مولانا عزیز گل صاحب زاد مجدکم ۔ بعد سلام مسنون ـــــ حاجی محمود کے خط سے اپریشن کا حال معلوم ہوا ۔ اللہ تعالیٰ اپریشن کامیاب فرمائے ۔ یہ ناکارہ دل سے دعا کرتا ہے ۔ آج کل تقریباً پندرہ دن سے مولوی ارشد سلمہ بھی آئے ہوئے ہیں ۔ خیریت سے ہیں ۔ روزانہ ظہر کے بعد چند منٹ کے لئے میرے پاس بھی آتے ہیں ۔ کل کہہ گئے تھے کہ آج مکہ جا رہا ہوں ۔ دو تین دن میں پھر واپس آؤں گا ۔ ان سے مولانا اسعد صاحب اور گھر والوں کی خیریت معلوم ہوئی ۔ فقط والسلام

مدینہ طیبہ ۔ ۱۰ مارچ ۸۱ء

قدرتی گیس اور مائع پیٹرولیم گیس
اب سندھ اور بلوچستان کے بڑے شہروں میں دستیاب ہے
STATE ENTERPRISE
قدرتی گیس اور مائع پیٹرولیم گیس اب سندھ اور بلوچستان کے بڑے شہروں میں دستیاب ہے یہ جدید طرز زندگی کا جدید ایندھن ہے۔ گھریلو، تجارتی اور صنعتی استعمال کے لئے فوری فراہمی کی ضمانت۔ گیس لوگوں کی زندگی اور طرز رہائش میں انقلاب لا رہی ہے۔ صاف ستھرا۔ کارآمد اور سستا ایندھن۔
ڈھابیجی
حیدرآباد
کوٹڑی
جامشورو
ٹنڈو آدم
شہداد پور
نوابشاہ
رانی پور
خیرپور
روہڑی
سکھر
شکارپور
دادو
لاڑکانہ
کوئٹہ
"بیو پرپ" لیکوی فائیڈ پیٹرولیم گیس
بیوپرین
مائع پٹرولیم گیس
"بیوپرین" سلنڈروں میں مائع پیٹرولیم گیس اب کوئٹہ، کراچی اور سندھ و بلوچستان کے دیگر شہروں میں دستیاب ہے۔ ہوا ملی ہوئی مائع پیٹرولیم گیس کوئٹہ میں پائپ لائنوں کے ذریعے پہونچائی جاتی ہے۔
انڈس گیس کمپنی لمیٹڈ
ADGROUP

جناب وحید الدین خان صاحب

رات کے بعد دن

كَلَّا وَالْقَمَرِ ۝ وَاللَّيْلِ إِذْ أَدْبَرَ ۝ وَالصُّبْحِ إِذَا أَسْفَرَ ۝ إِنَّهَا لَإِحْدَى الْكُبَرِ ۝ نَذِيرًا لِّلْبَشَرِ ۝ لِمَن شَاءَ مِنكُمْ أَن يَتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ ۝ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ۝

مدثر ۳۸-۳۲

قسم ہے چاند کی اور رات کی جب وہ جانے لگے اور صبح کی قسم ہے جب وہ روشن ہو جائے۔ وہ دوزخ بڑی بھاری چیز ہے جو انسان کے لئے بڑا ڈراوا ہے تم میں سے ہر اس آدمی کے لئے جو آگے بڑھنا چاہے یا پیچھے رہ جانا چاہے۔ ہر آدمی اپنے کئے میں پھنسا ہوا ہے۔

زمین پر ہر روز ایسا ہوتا ہے کہ یہاں رات آتی ہے اور زمین گہری تاریکی میں ڈوب جاتی ہے اس کے بعد دن نکلتا ہے اور ہر چیز دوبارہ سورج کی روشنی میں دکھائی دینے لگتی ہے۔ یہ واقعہ آخرت کے معاملہ کی تمثیل ہے۔ موجودہ دنیا میں آدمی کی اصل حقیقت چھپی ہوئی ہے۔ آخرت میں ہر آدمی کی حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی۔ آج ہماری زندگی "رات" کے دور سے گزر رہی ہے۔ موت کے بعد ہم "دن" کے دور میں پہنچ جائیں گے۔

آج آدمی ایک قسم کے پردہ میں ہے۔ وہ دلیل پر قائم نہ ہونے کے باوجود خوش نما الفاظ بول کر لوگوں کو اپنے بارے میں غلط فہمی میں ڈالے ہوئے ہے۔ کسی کی دنیوی شہرت و مقبولیت اس کی مجرمانہ حیثیت کے لئے پردہ بن گئی ہے کسی کے دولت و اقتدار نے اس کو موقع دیا ہے کہ وہ حقیقت کے اعتبار سے مفلس ہونے کے باوجود مادی رونقوں میں اپنے معنوی افلاس کو ڈھانک سکے۔ کوئی اندر سے بے دین ہے مگر کچھ رسمی اعمال کا اہتمام کر کے ظاہر کر رہا ہے کہ وہ خدا پرست اور دیندار ہے۔ لوگ ظلم اور بے انصافی میں جی رہے ہیں۔ مگر اپنی نمائشی تدبیروں سے وہ عوام کو اس دھوکے میں ڈالے ہوئے ہیں کہ وہ عین حق و انصاف پر قائم ہیں۔

مگر جب آخرت کا سورج طلوع ہوگا تو وہ تاریکی کے ان تمام پردوں کو پھاڑ دے گا۔ اس وقت ہر آدمی اپنی اصلی صورت میں دکھائی دینے لگے گا۔ اس وقت صاف نظر آئے گا کہ کون شخص اندر سے جانور تھا اور بظاہر انسانی صورت میں چل رہا تھا۔ کون شخص ناحق پر تھا۔ اگرچہ وہ خوبصورت الفاظ بول کر اپنے کو حق پرست ثابت کئے ہوئے تھا۔ کون شخص اللہ کے سوا دوسروں کی پرستش میں مبتلا تھا۔ اگرچہ زبان سے وہ اللہ کا نام لیتے ہوئے نہیں تھکتا تھا۔

(الرسالہ دہلی)

اخوندزادہ عبدالقیوم حقانی۔ فاضل دارالعلوم حقانیہ
صدر مدرس۔ دارالعلوم حنفیہ چکوال

قسط ٦

حدیث اور رائے قیاس کا تلازم
اور
امام اعظم ابوحنیفہؒ کی بصیرت

رائے اور حدیث لازم وملزوم ہیں | جب حدیث اور رائے لازم وملزوم ہیں۔ جب حدیث، رائے اور فہم کے بغیر سمجھی ہی نہیں جا سکتی۔ جب یہ دعویٰ بے جا نہیں۔ (جیسا کہ کسی حد تک ثابت بھی کیا جا چکا ہے) کہ صحیح رائے، حدیث کے لئے "موقوف علیہ" کا درجہ رکھتی ہے تو پھر اس بات سے بھویں کیوں چڑھتی اور ماتھے پر بل کیوں آجاتے ہیں جب کہا جاتا ہے کہ حدیث دانی اور حدیث فہمی کے لئے "اہل الرائے" ہونا بھی ضروری ہے۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا یہ اقتباس اور تراشہ کس قدر صحیح اور برموقعہ ہے جو انہوں نے رائے وحدیث کے تلازم کے سلسلہ میں کتاب "ادب القاضی" کے حوالہ سے مقدمہ فتح الملہم میں درج کیا ہے۔

لا یستقیم الحدیث الا بالرای ای باستعمال الرائے فیہ بان یدرک معانیہ الشرعیہ التی ھی مناط الاحکام ولا یستقیم الرای الا بالحدیث ای لا یستقیم العمل بالرای ولا الاخذ بہ الا بانضمام الحدیث الیہ	حدیث رائے کے استعمال ہی سے درست ہو سکتی ہے بایں طور کہ حدیث کے شرعی معانی جو احکام کے لئے مناط ہیں رائے ہی سے ادراک کئے جا سکتے ہیں اور رائے بھی بدون حدیث کے درست نہیں ہو سکتی یعنی محض رائے پر عمل کرنا درست نہیں ہو سکتا تاوقتیکہ اس رائے کے ساتھ حدیث نہ مل جائے۔
مقدمہ فتح الملہم ص۲۷	

جب "اہل الرائے" (امام اعظم ابوحنیفہؒ اور آپ کے اصحاب) ڈنکے کی چوٹ اور ببانگ دہل یہ کہتے آئے ہیں کہ "محض نری رائے" جس کی بنیاد حدیث پر نہ ہو کوئی حقیقت اور وقعت نہیں رکھتی۔ حدیث سے استغنا برت کر محض رائے پر بھروسہ کرنا بھی انسان کو ورطۂ ضلالت میں ڈال دیتا ہے اور جب اہل الرائے کی پوری اور مکمل زندگی ان کی فقہ اور مسائل کا ہر پہلو اور ان کے رائے وقیاس کا ہر زاویہ اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ وہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ادنیٰ اشارۂ ابرو پر ہزاروں رائیں اور لاکھوں عقلیں آنِ واحد میں قربان کر دیتے ہیں ——

اہل الرائے کا رہنما اصول | اور جب ان کا لائحۂ عمل اور رہنما اصول بھی، علم نبوت کے امین، خلیفۂ راشد حضرت علیؓ کا یہ ارشاد ہو کہ

لوکان الدین بالرای لکان اسفل الخف	اگر دین نری رائے ہی سے ہوتا تو موزے کا نچلا
اولیٰ بالمسح من اعلاہ وقد رایت	حصہ اوپر کے حصہ سے مسح کا زیادہ مستحق ہے
رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یمسح علیٰ	حالاں کہ میں نے حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم کو موزہ کے
ظاہر خفیہ (ابوداؤد)	اوپر ہی مسح کرتے دیکھا ہے۔

جب اہل الرائے کا کوئی دانشور اپنی دانش کو، کوئی عقلمند اپنی عقل کو اور کوئی دانا و فہیم اپنی فہم کو صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی حدیث اور آپؐ کے اسوۂ حسنہ کے مقابلہ میں کچھ حیثیت اور کم سے کم وقعت بھی دینے کو تیار نہیں۔ اس کے باوجود بھی اگر کوسنے والے امام اعظم ابوحنیفہؒ اور آپ کے اصحاب کو کوستے آئے ہیں تو صاحبانِ عقل و بصیرت کے ہاں اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے ناقصین سے اصحابِ کمال کی مذمت، ان کے کمالِ کمال کی شہادت ہوتی ہے[۵]

واذا اتتک مذمتی من ناقصٍ فھی الشہادۃ لی بانی کامل

حدیث معاذ بن جبل کی مزید تحقیق | ضد اور ہٹ دھرمی کی دوا دنیا کے کسی دواخانے سے بھی میسر نہیں۔ اگر عقل و فہم کے دعویداروں اور حدیث رسولؐ کے تابعداروں کو بھی، حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی حضرت معاذ بن جبلؓ ہی کی مشہور حدیث (جو اجتہادات رسولؐ کے عنوان سے پہلے بھی ذکر کی جا چکی ہے) سے نہ صرف رائے و قیاس کی عمدگی، محمودیت اور فضیلت بلکہ اس کا ثبوت بھی سمجھ نہ آئے جن کا مبلغ علم اور ذہن کی رسائی "اجتہد برائی" کے لغوی معنیٰ تک کا ادراک بھی نہ کر سکے تو ایسوں کا ہمارے پاس علاج نہیں ــــ مگر

جن لوگوں کو فیاضِ ازل نے عقلِ فہیم اور ذوقِ سلیم سے نوازا ہے وہ[۵] تو حدیث مذکور کے بارے میں از روئے تحقیق یہاں تک دعویٰ کر بیٹھے ہیں کہ

حدیث معاذ صحیح مشہور رواہ	حضرت معاذؓ کی یہ حدیث صحیح اور مشہور ہے
الائمۃ العدول وھو اصل فی الاجتہاد	اس کو عادل ائمہ نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث
والقیاس علی الاصول	اجتہاد اور قیاس علی الاصول کا ایک اصل اور
جامع بیان العلم و فضلہ ج ۲ ص ۷۷	مدار ہے۔

علمی تحقیق کا ذوق رکھنے والے اگر بغض و عداوت اور تعصب سے خالی ہوں، تو یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ رائے و

---

۵ شیخ ابن عبد البرؒ

قیاس اور اس کے اساس (قطعی نصوص و حدیث معاذ بن جبل وغیرہ) کے تحقیق کے سلسلہ میں بھی لاابالی ہوں
مشہور غیر مقلد محقق محمد بن علی المعروف بہ قاضی شوکانی حدیث معاذ بن جبل کے بارہ میں فرماتے ہیں۔

وهو حديث صالح للاجتهاد به	یہ حدیث استدلال و احتجاج کے لئے صلاحیت
كما اوضحنا ذلك فى بحث مفرد الخ	رکھتی ہے جیسا کہ ہم نے اس کی وضاحت ایک
فتح القدير ج ۳	مفرد بحث میں کی ہے۔

جب آنکھ کھلی دیکھا اپنا ہی گریباں ہے | سمجھ میں نہیں آتا کہ حدیث پر عمل کے دعویداروں کا دعویٰ کیونکر واقعہ کے مطابق ہو سکتا ہے۔ جب کہ پیغمبر خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) معاذ بن جبل کے معقول اور تسلی بخش جواب "اجتہد برائی" سے بے حد خوش اور مسرور ہوئے۔ نیز آپؐ نے حضرت معاذؓ کے سینہ پر ہاتھ مبارک سے تھپکی دے کر نہ صرف ان کی داد و تحسین فرمائی بلکہ اپنی اور خدا تعالیٰ کی رضا کی مُہر بھی ثبت فرما دی۔ حدیث ہی پر عمل اور حضورؐ ہی کی پیروی کا دعویٰ اگر صحیح ہوتا تو اہل الرائے (جن کے سرخیل معاذ بن جبل اور توثیق و تصدیق کرنے والے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہوں) کی تذلیل و توہین اور تجہیل و تحمیق نہ کی جاتی۔

اے کاش! امام اعظم ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحابؒ کے گریبان میں ہاتھ ڈالنے والوں کی آنکھ آخرت میں کھلنے سے پہلے ہی یہ دیکھ لیتی کہ یہ ہاتھ ان کے اپنے ہی گریبان میں ہے ع

جب آنکھ کھلی دیکھا، اپنا ہی گریباں ہے

اہل الرائے کا مقام نبوت کی نگاہ میں | نصف النہار پر آئے ہوئے سورج کی لمعانیت سے اگر کسی طبقہ کی آنکھیں چندھیائی ہوں تو اس کا علاج، مزاج، طبیعت اور سرشت کی تبدیلی کے بغیر ناممکن ہے۔ تاہم علامہ ابن کثیرؒ نے مقدور بھر علاج، اظہار حق اور اتمام حجت کو ضروری سمجھتے ہوئے اپنی مشہور عالم تفسیر ج ا ص ۲۰ پر حضرت علیؓ کی ایک روایت یوں نقل فرمائی ہے:-

سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عزم کے بارہ میں
عن العزم فقال مشاورة اهل	سوال کیا گیا کہ وہ کیا ہے تو آپ نے ارشاد
الرائے ثم اتباعهم	فرمایا "اہل الرائے" سے مشورہ کر کے پھر ان کی
تفسیر ابن کثیر	پیروی کرنا۔

نبوت کی نگاہوں میں رائے و"اہل الرائے" کے اس قدر عظیم منصب و مقام کو فضیلت کا نصف النہار نہ کہا جائے تو اور کیا کہا جائے ع

ہم شاد ہیں کہ ہیں تو کسی کی نگاہ میں

جناب شارع علیہ السلام کے اس قدر واضح ارشاد کے ہوتے ہوئے بھی حدیث ہی پر عمل کے دعویدار اپنا یہ دعویٰ تسلیم کرانے پر کیوں اصرار کرتے ہیں کہ "مطلقاً رائے مذموم ہے اور اہل الرائے ہی حدیث کا انکار کرتے ہیں ع

یہ گھر جو بہہ رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

حضرت فاروق اعظم اور رائے وکثرت استشارہ | ہر دور میں کچھ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو بزعم خود اپنے آپ کو دنیا کا مقتدا بھی سمجھتے ہیں اور قرآن وحدیث کا معیار بھی۔ دنیا کو بھی یہی باور کرانے کے لئے اتباع قرآن - اتباع حدیث اور اتباع رسول کے عنوانات باندھ کر " فکرِ آخرت" اور" خدمتِ اسلام" کے روپ میں، فکرِ بطن اور حب جاہ کی تکمیل کی خاطر کسی بھی ایسے کام کے کر گذرنے سے دریغ نہیں کرتے۔ جس سے دین کی جڑوں اور اسلام کی بنیادوں پر تیشہ بھی چلتا ہو۔

حضرت فاروق اعظم عمر فاروقؓ جنہوں نے نبوت سے نہ صرف یہ کہ خود قرآن وحدیث کا علم حاصل کیا تھا بلکہ ان کے سامنے براہ راست پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سننے والے صحابہؓ بھی کثرت سے موجود تھے مگر اس کے باوجود بھی وہ قرآن وحدیث کا صحیح مفہوم سمجھنے کے لئے رائے اور کثرتِ استشارہ کو ضروری سمجھتے تھے۔

وانّه مقدم عندهم فى العلم والرائے	حضرت عمرؓ حضرات صحابہؓ میں علم، رائے اور
وكثرتِ الاستشاره	زیادہ مشورہ لینے میں پیش پیش آتے تھے۔

(کتاب اختلاف الحدیث علی ہامش الام ج۷ ص۲۰۰)

حدیث و رائے کے اس قدر واضح تلازم کے تسلیم کرنے میں بھی اگر پس وپیش ہو گا تو ارباب بصیرت بھی یقیناً یہی فیصلہ دیں گے کہ ایسا آدمی صرف امام اعظم ابوحنیفہ ہی کا بداندیش نہیں بلکہ پوری محمدی تعلیمات، فاروقی تعلیمات، اور اسلام کے مکمل ضابطۂ حیات کا بداندیش ہے۔ اور اسلام کی بنیادوں پر تیشہ چلانے کے مترادف ہے ع

از کوزہ ہماں تراود کہ دروست

حضرت فاروق اعظمؓ نہ صرف یہ کہ رائے واستشارہ میں خود پیش پیش تھے بلکہ دوسروں کو بھی مقدم کرنے اور اس میں مزید رغبت دینے کا بھی حد درجہ اہتمام فرماتے تھے۔ اپنے دور خلافت کے مشہور تابعی قاضی شریح کو اپنے ایک مکتوب میں یہاں تک تحریر فرمایا

فاختر اى الامرين شئت ان شئت	ان دو امور میں جو نسا تم چاہو پسند کر لو۔ یا تو اپنی
ان تجتهد برائك ثم تقدم فتقدم	رائے سے اجتہاد کرو اور اس میں جتنا آگے بڑھ
دارمی ج۱ ص۴۰۔ کنز العمال ج۳ ص۱۷۴	سکتے ہو بڑھو

نبوت کی عدالت میں | بات یہ چل رہی ہے کہ فقہ و رائے کی طرف امام صاحب کا انتساب، امام اعظم ابو حنیفہؒ

کے لئے باعثِ تذلیل و تحقیر نہیں بلکہ یہ فیاضِ ازل ہی کی بخشش و عنایت اور فضل و عطا اور خیر کثیر ہے جس سے آپ کو نوازا گیا ہے۔ اور یہ ایک ازلی، انتخابی اور اجتبائی شان ہے جو امام اعظم ابوحنیفہؒ کو حاصل ہے ؎

قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے
جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا

جہاں تک امام صاحبؒ کے معاندین، مخالفین اور حاسدین کی بات ہے ان کے ہاں اگر امام صاحب کی یہی اجتبائی شانِ فضیلت، خدائی انتخاب اور ازلی عنایت و بخشش موجبِ تنقیص و تذلیل ہو تو اس سے ایک روشن حقیقت کی تکذیب لازم نہیں آسکتی۔ یرقان کے مریض کو اگر کائنات کا ہر ذرہ زرد نظر آتا ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آجاتا کہ فی الواقع بھی ساری کائنات زرد ہے۔ ہم یہ مسئلہ کسی ایرے وغیرے سے نہیں، امام اعظم ابوحنیفہ سے بھی نہیں، آپ کے مقلدین و معتقدین و متوسلین سے بھی نہیں، فقہا و محدثین سے بھی نہیں۔ معاصرین سے بھی نہیں، آپ کے تلامذہ و اساتذہ سے بھی نہیں کسی صحابیؓ سے بھی نہیں۔ بلکہ براہِ راست پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی عدالت میں لے جاتے اور آپؐ ہی سے دریافت کر لیتے ہیں۔ واذا تنازعتم فی شیءٍ فردوہ الی اللہ و رسولہ الخ الآیۃ

چنانچہ روئے زمین پر" اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہو الصحیح البخاری" کے باب" من یرد اللہ بہ خیرا یفقہ فی الدین" میں بروایت امیر معاویہ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے اس تنازعہ کا یوں فیصلہ صادر فرمایا ہے۔

قال حمید بن عبد الرحمٰن سمعت معاویۃؓ خطیبا یقول سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول من یرد اللہ بہ خیراً یفقہہ فی الدین و انما انا قاسمٌ واللہ یعطی ولن تزال ھذہ الامۃ قائمۃ علی امر اللہ لا یضرھم من خالفھم حتی یاتی امر اللہ

(بحذفِ اسناد) حمید بن عبدالرحمٰن نے کہا کہ میں نے حضرت امیر معاویہؓ سے خطبہ دیتے ہوئے سنا۔ کہتے تھے کہ میں نے پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ نے فرمایا جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بڑی نیکی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین میں فقیہ بنا دیتا ہے اور میں تو صرف بانٹنے والا ہوں اور اللہ عطا کرتا ہے اور جب تک یہ امت اللہ کے احکام پہ رہے گی اس کو نقصان نہ دے گا جو شخص اس کی مخالفت کرے گا یہاں تک کہ اللہ کا امر (قیامت یا ان کی موت) آئے گا۔

آنکھوں والے دیکھ رہے ہیں کہ عدالتِ نبوی اور دربارِ رسالت سے نہ صرف یہ کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ ہی کے حق میں فیصلہ صادر ہوا بلکہ یفقہہ فی الدین کے تاج اور اعزاز سے بھی آپ ہی کو نوازا گیا ہے ؎

شفیق ان کی نگاہ ہو میری جانب زمانہ پھر جدھر چاہے ادھر ہو

اگر مخالفین وحاسدین کو اس قدر واضح حقیقت بھی نظر نہ آئے تو یہ ان کی اپنی کمال بدنصیبی ہے اس سے امام اعظم ابوحنیفہ کی شان میں کوئی نقصان نہیں آجاتا ؎

نہیں ہے معتقدان کا اگر حاسد تو کیا غم ہے ہوا ہے سجدہ گر ابلیس، کیا نقصان آدم کا

فاروق اعظم کی عدالت میں | معاف رکھنا صمیم قلب اور دل کی اتھاہ گہرائیوں سے حد درجہ پُر خلوص گذارش ہے کہ مان لو۔ اب بھی نبوت کا فیصلہ مان لو۔ نبوت کے فیصلہ کے بعد بھی اگر عمر فاروقؓ کی عدالت میں انصاف طلب کرو گے تو پھر فیصلہ بھی وہی ہو گا جو نبوت کے فیصلہ کے بعد عمر فاروقؓ نے کیا تھا۔

علامہ عینیؒ کی وضاحت | فقیہ، اس کے مناقب و فضیلت اور دربار رسالت کی وساطت سے امام اعظم ابوحنیفہؒ کی فقہی بصیرت و مہارت پر کائنات کی طرف سے "اراءۃ خیر" کے تمغہ اعزاز کا عطیہ، یہ تو ایک علیحدہ عنوان ہے جس پر آئندہ مناسب موقعہ پر بحث کی جائے گی۔ ان شاء اللہ۔ اس وقت تو بات "حدیث و رائے کے تلازم" کی چل رہی ہے۔ کہ حدیث بغیر رائے کے اور رائے بغیر حدیث کے یعنی جب دونوں کی حیثیت کو علیحدہ علیحدہ تسلیم کر لیا جائے تو پھر دین کی وہ حیثیت باقی نہیں رہتی جس کی تعلیم شارع علیہ السلام دیتے رہے۔

ابھی چند سطور قبل "نبوت کی عدالت میں" کے عنوان کے تحت بخاری شریف کی حدیث درج کرنے کے بعد بھی مقصود درحقیقت رائے وقیاس کا حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تلازم پر استدلال کرنا ہے جیسے کہ عمدۃ القاری میں علامہ عینی حدیث مذکورہ کی شرح میں رقمطراز ہیں:۔

قال التورپشتی اعلم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعلم اصحابہ انہ لم یفضل فی قسمۃ ما اوحی اللہ الیہ احدا من امتہ بل سوّی فی البلاغ وعدل فی القسمۃ وانما التفاوت فی الفہم وھو واقع من طریق العطاء ولقد کان بعض الصحابۃ رضی اللہ عنہم یسمع الحدیث فلا یفہم منہ الا الظاھر الجلی ویسمعہ آخر منہم او من بعدھم فیستنبط منہ مسائل کثیرۃ وذلک	علامہ تورپشتی (فضل اللہ شافعی متوفی ۶۴۰ھ) نے فرمایا۔ جان لے۔ کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کو آگاہ کر دیا کہ آپ نے وحی الٰہی کی تقسیم میں اپنی امت میں سے کسی کو ترجیح نہیں دی بلکہ اس کی تبلیغ میں سب کو برابر رکھا اور تقسیم میں عدل کیا۔ تفاوت تو صرف سمجھ میں ہے اور وہ عطیہ الٰہی ہے بیشک بعض صحابہؓ حدیث کو سنتے تھے پس اس سے سوائے ظاہر جلی معنیٰ کے اور نہ سمجھتے تھے حالانکہ ان میں سے دوسرے یا وہ جو ان کے بعد ہوئے (جیسے امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب)

فضل اللہ یوتیہ من یشاء

اسی حدیث کو سنتے تھے پس بہت سے مسائل کا استنباط کرتے تھے اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دے دیتا ہے۔

انسانی فطرت اور سرشت میں عقل و خرد کی ودیعت اور سوجھ بوجھ کا یہ ازلی تفاوت اور وہ بھی یہاں تک کہ بعض صحابہ بھی حدیث کے ظاہر جلی کے سوا کچھ نہ سمجھ سکتے ہوں جب کہ بعض دیگر صحابہ اور بعض دوسرے ان کے بعد آنے والے اپنے پہلوں سے سنی ہوئی حدیث کے ظاہر جلی کے سمجھنے کے ساتھ ساتھ اس سے بہت سے مسائل کا استنباط بھی کر سکتے ہوں۔ یہ اس بات کا واضح اور بیّن ثبوت ہے کہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کمال مناسبت اور حدیث دانی و حدیث فہمی کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عنایت فرمودہ عقل سلیم اور صحیح رائے و قیاس کی استعداد بھی اشد ضروری ہے جس سے فیاض ازل نے امام اعظم ابو حنیفہ کو بدرجہ اتم نوازا تھا۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

علامہ عبدالوہاب شعرانی پکار اٹھے امام اعظم ابو حنیفہ اس نعمت سے کس قدر نوازے گئے تھے نیز ان کی فقہ ورائے، ان کا قیاس و اجتہاد کس قدر قرآن و حدیث ہی سے مستنبط اور اس کے موافق تھا۔

بغض و حسد اور کینہ و عداوت کے چشموں سے آپ کی سیرت اور عظیم فقہ کا مطالعہ کرنے والے تا قیام قیامت بھی اس حقیقت کو نہیں پا سکتے جس حقیقت کو دیانت، عدل و انصاف اور قرآن و حدیث کے معیاری طریق پر رکھ سے امام عبدالوہاب شعرانی (جنہوں نے مذاہب اربعہ اور ان کے دلائل کا بغور مطالعہ کیا ہے) نے پایا ہے فرماتے ہیں

قد اتبعت بحمد اللہ اقوالہ و اقوال اصحابہ، لما الفت کتاب ادلۃ المذاہب فلم اجد قولاً من اقوالہ و اقوال اتباعہ الا وھو مستند الی اٰیۃ او حدیث او اثر او الی مفہوم ذلک او حدیث ضعیف کثرت طرقہ او الی قیاس صحیح فمن اراد الوقوف علیٰ ذلک فلیطالع کتابی المذکور

میں نے بحمد اللہ امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کے اقوال کی تحقیقات کیں جب میں نے کتاب "ادلۃ مذاہب" کی تالیف کی۔ پس میں نے آپ کے اقوال میں سے یا آپ کے اصحاب کے اقوال میں سے کوئی قول بھی ویسا نہ پایا جو کسی آیت یا حدیث ضعیف کی طرف جس کے طرق بکثرت ہوں یا اصل صحیح پر جو قیاس صحیح کی طرف مستند نہ ہو جو شخص اس حقیقت سے آگاہ ہونا چاہے وہ ہماری کتاب مذکور کا مطالعہ کرے۔

کتاب المیزان جلد ا ص ۵۵

نقطے سے دائرہ امامنا الاعظم، ہمامنا الافخم، رئیس المجتہدین امام اعظم ابو حنیفہؒ کی طرف "فقہ و رائے کے انتساب" کے ایک ہی نقطے کو دائرہ بنا کر دکھانے والے اس حقیقت سے غافل ہی رہے کہ جس قدر دائرہ وسیع ہوتا چلا جائے گا

اسی قدر حقیقت و صداقت بھی واضح ہوتی چلی جائے گی۔ بناوٹ کے اصولوں سے صداقت کو نہیں چھپایا جا سکتا۔ سونا سونا ہے چاہے اس پر مٹی کی تہہ در تہہ کیوں نہ جمع کر دی جائے۔

معاندین و حاسدین نے بھی امام اعظم ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب اور فقہ حنفیہ پر ایسے ہی مظالم۔ بے جا اتہامات، غلط الزامات اور جھوٹے انتسابات کی جب بھرمار کر دی اور چاہا کہ بصیرت و بصارت اور تدبر و فقاہت کا یہ عظیم چراغ بجھا دیا جائے۔

اور اس سونے کو مٹی کی اس تہہ میں لے جایا جائے۔ جہاں وہ کسی کو نظر بھی نہ آئے۔

<u>سنت رسولؐ کی خوشبو ٹپکتی ہے</u> | تو اللہ تعالیٰ نے امام عبدالوہاب شعرانی کو اس کی تحقیق و تدقیق کی توفیق ارزانی فرمائی۔ انہوں نے نہ صرف فقہ حنفیہ بلکہ مذاہب اربعہ کے ادلّہ کا بغور مطالعہ کیا اور ان کو قرآن و حدیث کے معیار اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسوٹی پر خوب پرکھا۔ تو علامہ شعرانی، امام اعظم ابوحنیفہ، آپ کے اصحاب، فقہ حنفیہ اور ان کی عظمتوں سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ مگر جب تصویر کے دوسرے رخ (امام اعظم ابوحنیفہ پر مخالفین کے غلط الزامات و اتہامات کی یورش) کو دیکھا تو ان کی رگ حمیت پھڑک اٹھی۔ بدن میں غیرت کا خون دوڑا۔ اور اس قدر چونکے کہ اپنی فہم و عقل کی عدالت میں ڈنکے کی چوٹ اپنی اس شہادت کا اعلان کر دیا، کہ امام اعظم ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب کی فقہ و رائے۔ قیاس و استنباط اور جملہ اجتہادو مسائل کا شریعت محمدی سے سرمو بھی انحراف نہیں۔ بلکہ فقہ حنفیہ کے ہر کلیے اور ہر جزیے سے سنت رسولؐ کی خوشبو ٹپکتی ہے۔ ۵

نہ من برآں گل عارض غزل سرایم و بس | کہ عندلیب تو از ہر طرف ہزارانند

<u>انگور کھٹے ہیں</u> | امام اعظم ابوحنیفہ اور چالیس بڑے بڑے فقہا و مجتہدین۔ ماہر قانون اور محدثین (جن کو فیاض ازل نے وقت کے نئے پیچیدہ حالات اور زمانے کے بدلتے ہوئے مسائل میں اسلامی اصولوں کی تطبیق کے لئے بڑی اعلیٰ ذہانت، معاملہ فہمی، باریک بینی، زندگی اور سوسائٹی سے وسیع واقفیت، انسانی نفسیات اور اس کی کمزوریوں سے باخبری۔ قوم کے طبقات اور زندگی کے مختلف شعبوں کی اطلاع اور اسلام کی تاریخ و روایات اور روح شریعت سے گہری واقفیت، عہد رسالت اور زمانہ صحابہ کے حالات سے پوری آگاہی اور اسلام کے پورے ذخیرۂ قرآن و حدیث، اجماع و قیاس پر کامل عبور کی دولت سے نوازا تھا) کی کم و بیش تیس سالہ محنت و شبانہ روز کوششوں کا عظیم ثمرہ "فقہ حنفیہ" اور اس کے دقیق سے دقیق اصول و قواعد، اجتہادی کلیات و جزئیات تک فقہ و اجتہاد سے عدم مناسبت و عدم بصیرت کی وجہ سے جب بعض کج فہم اور کوتاہ علم رسائی حاصل نہیں کر سکتے تو علمی خیانت اور بیتبر ابدلنے میں کسی قسم کا باک محسوس کئے بغیر "انگور کھٹے ہیں" کے عنوان سے اپنی بے علمی اور جہالت پر پردہ ڈالنے کی ناکام سعی کرتے ہیں ع

چھپ کے بیٹھے بھی جو چہرے کو چھپائے نہ بنے

مگر ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ امام اعظم ابوحنیفہ اور فقہ حنفیہ کی شورائی مجلس کے چالیس بڑے فقہا و محدثین اور ان کی عظمتوں کے پہاڑ سے ٹکرائیں۔ اور خود بچ کے رہیں ؎

یا ناطح الجبل العالی لتکلمہ اشفق علی الراس لاتشفق علی الجبل

علامہ عبدالوہاب شعرانی کا انتباہ | کچھ ایسے ہی اور اس طبقہ سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے عداوت بھرے کردار، حقیقت و صداقت سے اعراض اور بدیہی حقائق سے انکار کے پیشِ نظر جب علامہ عبدالوہاب شعرانی کو ان کی عاقبت بھی خطرہ میں نظر آئی تو ان ہی کو وبالِ آخرت سے بچانے اور سیدھے پر لانے کے لئے حد درجہ مخلصانہ اور مشفقانہ انداز سے اور نہایت ہی کمال اہتمام سے یوں انتباہ فرمایا۔

وایاك ان تخوض مع الخائفین فی اعراضِ الائمۃ بغیر علمٍ، فتخسر فی الدنیا والاخرۃ فان الامام رضی اللہ عنہ کان متقیداً بالکتاب والسنۃ متبرأً من الرای کما قدمنا لك فی عدۃ مواضع من ھذا الکتاب ومن فتش مذھبہ رضی اللہ عنہ وجدہ من اکثر المذاھب احتیاطاً فی الدین ومن قال غیر ذلك فھو من جملۃ الجاھلین المتعصبین المنکرین علی ائمۃ الھدی بفھمہ السقیم

اور تو بچ اس سے، کہ بغیر علم کے رخنہ اندازی کرنے والوں کے ساتھ ائمہ کرام کی عزتوں میں رخنہ اندازی کرے پس دنیا و آخرت میں نقصان اٹھائے کیونکہ امام اعظم رضی اللہ عنہ قرآن و حدیث کے پابند اور رائے (مذموم) سے بیزار تھے۔ جیسا کہ ہم نے اس کتاب کے کئی مقامات پر پہلے بیان کیا ہے اور جو شخص امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب کی تفتیش کرے گا وہ اسے دین میں سب مذاہب سے زیادہ احتیاط والا پائے گا۔ جو شخص اس کے سوا کچھ اور کہے گا وہ منجملہ جاہلوں متعصبوں کے ہے اور اپنی ناقص سمجھ کے سبب ائمہ ھدی کو برا کہنے والا ہے۔

(کتاب المیزان جز اول صہ ۶۳ ۔ مطبوعہ مصر)

امام عبدالوہاب شعرانی نے جن کو علوم نبوت میں پوری بصیرت اور دستگاہ حاصل ہے اور جو تمام علوم پر مجتہدانہ نظر رکھتے تھے۔ ائمہ اربعہ، ان کے فقہ جات، فقہی ماخذ اور دلائل کو اپنے خداداد ذہن، جودتِ طبع، اپنی دقتِ نظر اور وسعتِ نظر سے پرکھا اور بغیر کسی تعصب کے جانچا اور کمال دیانت سے ہر ایک کا مکمل جائزہ لیا۔ بعدہٗ کمال اعتماد اور کامل یقین کے ساتھ یہ اعلان اور انتباہ کرنے میں کوئی باک محسوس نہیں کی کہ

ومن قال غیر ذلك فھو من جملت جو شخص اس کے سوا کچھ اور (امام اعظم ابوحنیفہ

الجاهلين المتعصبين المنكرين علیٰ ائمة الهدیٰ بفهمه السقیم

اور فقہ حنفیہ کی تنقیص) کیے وہ منجملہ جاہلوں اور متعصبوں سے ہے اور اپنی ناقص سمجھ کے سبب ائمہ ہدیٰ کو برا کہنے والوں میں سے ہے۔

اس قدر واضح اور قوی شہادتوں کے باوجود بھی اگر بعض سرپھرے یہ کہتے پھریں کہ امام اعظم ابوحنیفہ چونکہ "امام اہل الرائے" تھے۔ اور "رائے وقیاس" پر عمل کرتے تھے اس لئے ان کی فقہ واجتہادات کی بنیاد بھی قرآن وحدیث کے بجائے رائے وقیاس ہی پر ہے تو ایسوں سے بڑھ کر نا عاقبت اندیش، حاسد اور متعصب اور کون ہو سکتا ہے۔ ع

وکفیٰ للمحسود حسوده

وجحود من جحد الصباح اذا بدا من بعد ما انتشرت له الاضواء

ما دلّ ان الشمس ليس بطالع بل ان عينا انكرت عمياء

(باقی دارد)

ایگل
ایک عالمگیر قلم
EAGLE
خوشخط
رواں اور
دیرپا۔
اسٹیل
کی
سفید
اریڈیم ٹپڈ
نب کے
ساتھ،
ہر
جگہ
دستیاب
EAGLE IRIDIUM
آزاد فرینڈز
اینڈ کمپنی لمیٹڈ

دلکش
دلنشیں
دلفریب
گلستان پرنٹس
سنگم بوسکی
مایہ ناز پاپلین
کمانڈر پاپلین
پریذیڈنٹ لان
جمال ۵۰۰ لان
حسین
کے
پارچہ جات
حسین کے خوبصورت پارچہ جات
نہ صرف آنکھوں کو بھلے لگتے ہیں
بلکہ آپ کی شخصیت کو بھی
نکھارتے ہیں۔ خواتین ہوں یا
مرد دونوں کے ملبوسات کیلئے
موزوں، حسین کے پارچہ جات
شہر کی ہر بڑی دکان پر
دستیاب ہیں۔
HUSEIN
FABRICS
خوش پوشی کے پیش رو
حسین ٹیکسٹائل ملز
حسین انڈسٹریز لمیٹڈ کراچی
کا ایک ڈویژن
HTM-1/77
(CCI) Crescent

SOHRAB
پاکستان کا
نمبر
1
بائیسکل
سُہراب

افکار و اخبار

مکتوب مکہ مکرمہ | الحمد للہ، عاجز اور روسیاہ ـ مجسمہ گناہ ـ آپ اکابر کی دعوات مخلصانہ و عنایات خسروانہ سے سرزمین حرم مہبط الوحی مشرق النور میں تدریس و تبلیغ و خدمت مسلک حقہ اکابر دیوبند میں ساعی ہے ؎

کہاں میں اور کہاں یہ نکہت گل　　　نسیم صبح تیری مہربانی

فاران کی چوٹی سے آفتاب اسلام چمکا ـ اور پوری دنیا پہ چھا گیا ـ جبل ابو قبیس سے ندائے خلیل بلند ہوئی ـ یاتین من کل فج عمیق کا روح پرور منظر ہزاروں سال بعد اقوام عالم کے روبرو ہے ـ اقتدا السنۃ الحبیب و الخلیل علیہما افضل الصلوٰۃ والسلام پندرہویں صدی کے آغاز سے جوار کعبۃ اللہ میں بیٹھ کر بصمیم قلب سے پکارتا ہوں کہ خدارا ابنائے دیوبند کو افتراق و انتشار سے بچاکر اپنی عظیم تاریخی روایات کو زندہ کریں ورنہ ع

تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

اکابرین دیوبند کی وفات نے جو عظیم خلا پیدا کر دیا ہے ـ اس کا تدارک انفرادی نہیں اجتماعی مساعی سے بھی شاید ہو سکے ـ عاجز اتحاد ابنائے دیوبند کے لئے عاجزانہ درخواست پیش کرتا ہے ـ متوقع ہوں کہ صدائے حرم پر اخلاق کریمانہ کے پیش نظر قلبی توجہ مبذول فرمائیں گے ـ جواب باثواب اور قیمتی آرا سے سرفراز فرمائیں گے ـ

والسلام ننگ خلق ـ محمد مکی حجازی مدرس مسجد حرم مکہ مکرمہ

عیسائی اقلیت کی شرح آبادی | ہمارے بعض ہم وطن عیسائی اپنی آبادی کے متعلق مبالغہ آمیز بیانات شائع کرتے رہتے ہیں ـ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ :-

۱ـ حکومت سے اپنے ناجائز مطالبات آبادی کی بنیاد پر منوائے جائیں ـ ۲ـ مسلمانوں میں بددلی پھیلائی جائے ـ ۳ـ اپنے ہم مذہبوں پر اثر ڈالا جائے کہ بے شمار لوگ عیسائی بن رہے ہیں ـ ۴ـ غیر ملکوں سے اس بنیاد پر کہ پاکستان میں عیسائیت بے حد پھیل رہی ہے ہر قسم کی امداد حاصل کی جائے ـ

یہ شرارت اس طرح پھیلائی جا رہی ہے ـ

"پاکستان نیشنل کرسچین لیگ کے جنرل سکریٹری مسٹر پطرس گل نے وزیراعظم بھٹو سے مطالبہ کیا کہ ساٹھ لاکھ

مسیحیوں کی اقلیت کے مفادات کے تحفظ کے لئے ایک علیحدہ کرسچین بیناسٹی بورڈ مقرر کر کے ہر صوبہ میں اس کی صوبائی شاخیں تشکیل کی جائیں" روزنامہ جنگ ص ۳ ۲۵ راگست ۱۹۷۴ء

طارم ولسن رہنما کرسچین ڈیموکریٹک پارٹی نے بیان جاری کیا۔ کہ ہم ہر شعبہ میں آبادی کے تناسب سے حق نمائندگی کا فطری حق چاہتے ہیں۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ ہماری آبادی پون کروڑ (پچھتر لاکھ) ہے جس میں چالیس لاکھ ووٹر ہیں۔ اس لئے اسی تناسب سے اقلیتوں کے انتخابی حلقے مخصوص کئے جائیں" روزنامہ (جنگ کراچی ص ۴ - ۲۶ دسمبر ۷۷ء) یہ شور و غوغا اس لئے کیا جا رہا ہے کہ حکومت کو مرعوب کیا جائے۔ ایک مسیحی رہنما کہتا ہے کہ عیسائیوں کی آبادی ۶۰ لاکھ ہے دوسرا کہتا ہے ۷۵ لاکھ ہے ع

خامہ انگشت بدنداں ہے اسے کیا کہئے

اول تو حکومت کا فرض تھا کہ ان کے جواب میں سرکاری اعلان جاری کرتی۔ مگر وہاں تو خاموشی طاری ہے۔ اس لئے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اس جھوٹ کے پلندے کی قلعی کھولے اور اس دجل و تلبیس کو طشت ازبام کرے۔

پاکستان میں ۱۹۶۱ء میں مردم شماری کی رپورٹ کے مطابق عیسائیوں کی آبادی ۵۸۳۸۸۴ تھی۔ جب کہ ۱۹۷۲ء میں یہ بڑھ کر ۹۰۷۸۶۱ (نو لاکھ) ہوگئی (بحوالہ رپورٹ مردم شماری حکومت پاکستان ۱۹۶۱ء ۱۹۷۲ء) یہ اضافہ بھی خطرناک اور تشویشناک ہے۔

ہم اعلان کرتے ہیں کہ اگر کوئی مسیحی یہ ثابت کر دے کہ پاکستان میں عیسائیوں کی آبادی ۷۵ یا ساٹھ لاکھ ہے تو ہم اُسے مبلغ دس ہزار روپے بطور انعام دیں گے۔ اگر وہ ایسا نہیں کر سکتے تو ہماری گذارش ہے کہ پاکستان کو اپنے لئے اور غیر ملکی مسیحی مشنریوں کے لئے اکھاڑہ نہ بنائیں۔ پاکستان کی نظریاتی حدود کا احترام اور ادب کریں۔ یہاں تثلیث پرست تو رہ سکتے ہیں مگر تثلیث کا پرچار نہیں کر سکتے۔

اسلامی مشن سنت نگر۔ لاہور

جناب ابو معاویہ مرحوم | ہمارے مخلص کرم فرما جناب ڈاکٹر محمد ایوب قادری پی ایچ ڈی کراچی کے گرامی نامہ سے ان کے برادر محترم جناب محمد نعمت اللہ قادری عرف ابو معاویہ صاحب کے انتقال کی المناک اطلاع ہوئی۔ مرحوم ۲۸ مارچ کو بس کے ایک حادثہ میں شدید زخمی ہو کر ۲ اپریل ۸۱ء کو واصل بحق ہوئے۔ مرحوم کی زندگی اسلامی کتابوں رسائل اور لٹریچر کی ترویج اور اشاعت میں صرف ہوئی۔ حق تعالیٰ علم کے اس بے لوث خادم کو اعلیٰ علیین میں بہترین مقامات سے نوازے۔ قارئین سے بھی دعا کی درخواست ہے۔ ادارہ

آہ مولانا فضل سبحان مرحوم | ۲ صفر منگل گیارہ بجے علاقہ کے مشہور صالح متقی عالم حضرت مولانا فضل سبحان صاحب [illegible] ال کر گئے۔ نماز جنازہ مولانا محمد عبید اللہ العباسی نے پڑھایا۔ اپنے گاؤں جدبا علاقہ چکیسر میں مدفون حضرت مولانا عبد الغفور العباسی مہاجر مدینہ قدس سرہ کے بھتیجے تھے۔ عمر بھر علاقہ کی دینی۔ اصلاحی اور

(بقیہ صفحہ نمبر ۶۰)

پاکستان آرمی میں
جونیئر کمیشنڈ آفیسر خطیبوں
کی ضرورت

پاکستان آرمی میں جونیئر کمیشنڈ
آفیسر خطیبوں کی کچھ آسامیاں خالی ہیں جنہیں پر کرنے کے لئے
علوم قابلیت کے مالک حضرات کی ضرورت ہے۔ شرائط ملازمت حسب ذیل ہیں ۔

تعلیمی قابلیت :-

(الف) حکومت پاکستان کے منظور شدہ کسی دینی مدرسہ سے درس نظامی میں فارغ یا فاضل کی سند۔

جن حضرات کو اس سال ماہ شعبان تک سند ملنے کی توقع ہو۔ وہ بھی درخواست دے سکتے ہیں۔

(ب) پاکستان کے کسی بورڈ سے میٹرک یا سیکنڈری اسکول سرٹیفکیٹ۔ حالیہ امتحانات میں شریک امیدوار بھی درخواست دے سکتے ہیں۔)

عمر : یکم اگست ۱۹۸۱ء کو ۲۰ سے ۳۵ سال

عہدہ یا تنخواہ :-

ملازمت کے لئے منتخب امیدواروں کو نائب خطیب (نائب صوبیدار) کا عہدہ دیا جائے گا۔ فوجی وردی کے بجائے وہ منظور شدہ شہری لباس زیب تن کریں گے جو فوج کی طرف سے مفت مہیا کیا جائے گا۔ فوج کے جونیئر کمیشنڈ افسران کی طرح انہیں اوپر والے رینک میں ترقی کی گنجائش ہوگی۔ ان کے عہدوں کے نام اور تنخواہ کا موجودہ اسکیل حسب ذیل ہے ۔

	عہدہ		تنخواہ
ا -	نائب خطیب	(نائب صوبیدار)	۵۰۰ - ۲۰ - ۷۰۰ روپے
ب -	خطیب	(صوبیدار)	۵۷۵ - ۲۵ - ۷۷۵ روپے
ج -	خطیب اعلیٰ	(صوبیدار میجر)	۷۲۵ - ۳۵ - ۹۹۰ روپے

الاؤنس و دیگر مراعات :-

وہ تمام الاؤنس و مراعات جو فوج کے متقابل جے سی او صاحبان کو حاصل ہیں انہیں بھی حاصل ہوں گی۔ مثلاً ذات کے لئے مفت راشن، مفت رہائش (جہاں موجود ہو) ورنہ کوارٹر الاؤنس، اپنے اور بیوی بچوں کے لئے مفت طبی سہولت، سفری مراعات، پنشن، گریجویٹی اور بیمہ کی مراعات وغیرہ وغیرہ۔

ملازمت کی جگہ :- پاکستان میں یا پاکستان سے باہر کسی بھی جگہ۔

تربیت :- منتخب شدہ امیدواروں کو فوجی زندگی سے روشناس کرانے کی خاطر خاص تربیت بھی دی جائے گی جو دو حصوں پر مشتمل ہوگی۔

طریق انتخاب :-

(الف) - امیدواروں کی سہولت کے مطابق مختلف مقامات پر ابتدائی امتحان اور انٹرویو جس کی اطلاع امیدواروں کو علیحدہ علیحدہ دی جائے گی۔

(ب) - طبی معائنہ ۔

(ج) - آخری انتخاب جنرل ہیڈکوارٹرز، راولپنڈی، میں ہوگا جس کے نتیجے کی اطلاع امیدواروں کو دے دی جائے گی۔

درخواستوں کی آخری تاریخ :-

درخواستیں مجوزہ فارم پر شعبہ دینی تعلیمات، آرمی ایجوکیشن ڈائرکٹریٹ، آئی جی اینڈ ای برانچ، جنرل ہیڈکوارٹرز، راولپنڈی، میں ۳۱ مئی ۱۹۸۱ء تک پہنچ جانی چاہئیں۔ درخواستوں کے فارم مذکورہ بالا شعبہ دینی تعلیمات سے مبلغ -/۲ روپے کے ٹکٹ لگے ہوئے لفافے بھیج کر حاصل کئے جا سکتے ہیں۔

(ادارہ)

تعارف وتبصرہ کُتب

مطالعۂ قرآن | مصنّف مولانا محمد حنیف ندوی ۔ ناشر ۔ ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ ۔ کلب روڈ ۔ لاہور

صفحات ۳۱۰ ۔ قیمت ۲۵ روپے

قرآن مجید وہ آخری صحیفۂ ربانی ہے جو بنی نوع انسان کی دنیوی اور اخروی کامیابی کا ضامن ہے ۔ مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس کتاب زندگی کی طرف وہ توجہ نہیں دی جا رہی جس توجہ کی یہ متقاضی ہے خوش قسمت ہیں وہ اصحاب علم اور اہلِ قلم جو قرآن حکیم سے لگاؤ پیدا کرنے اور اس کے رموز و معارف اجاگر کرنے میں مصروف ہیں ۔ حال ہی میں مولانا محمد حنیف ندوی صاحب کی زیر تبصرہ کتاب "مطالعۂ قرآن" شائع ہوئی ہے ۔

قرآنی علوم و معارف کے جملہ پہلوؤں کو متوسط ضخامت کی کسی ایک کتاب میں سمیٹ لینا ممکن نہیں ۔ اور بجا طور پر مولانا ندوی صاحب نے چند اہم مباحث منتخب کئے ہیں ۔ انہوں نے قرآن حکیم کے تصورِ وحی و تنزیل کے بعد تمہیدی مباحث کے طور پر کتب سابقہ کا جائزہ پیش کیا ہے ۔ کیونکہ قرآن حکیم اسی فیض ربانی کی آخری اور مکمل کڑی ہے جس کا اظہار اپنے وقت پر زبور ۔ تورات اور انجیل کی شکل میں ہوا تھا ۔ مولانا موصوف نے عہد جدید کی اناجیل اربعہ اور عہد نامہ عتیق کی اسفار خمسہ (پیدائش ۔ خروج ۔ احبار ۔ گنتی اور استثناء) پر مسیحی علماء کے حوالے سے فکر انگیز گفتگو کی ہے ابتدائی مباحث کے بعد علوم قرآنی کے مختلف عنوانات پر روشنی ڈالی ہے ۔ ۔ **(افتخار راہی)**

الصواعق القہریہ علےٰ جماجم الدہریہ (پشتو) | تالیف ۔ مولانا محمد شعیب فاضل دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

صفحات ۲۲۴ ۔ قیمت ۱۰ روپے ۔ ملنے کا پتہ ۔ مولوی محمد شعیب کوٹکی چارمنگ ۔ باجوڑ ایجنسی

دورِ حاضر کا عظیم سامراج کمیونزم گرم پانی تک پہنچنے کا خواب دیکھ رہا ہے ۔ اس کی حریص نگاہیں بشمول پاکستان براعظم افریقہ اور مشرقِ وسطیٰ پر مرکوز ہیں ۔ افغانستان میں زبردست مدافعت کی وجہ سے اب اس کے پاؤں کچھ رک گئے ہیں ۔ اب اگرچہ اس دام ہمرنگ زمین کی دسیسہ کاریوں اور انسانیت سوز مذہب بیزار اور دشمن اخلاق عزائم سے مسلمانانِ عالم واقف ہو چکے ہیں ۔ لیکن پھر بھی بعض ناواقف لوگ اس کی حقیقت و ماہیت سے آگاہ نہیں اس لئے فاضل مؤلف نے اس ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت ہی دل نشین اور سلجھے ہوئے انداز میں یہ کتاب ترتیب دی ہے ۔

فاضل مؤلف مادرِ علمی دار العلوم حقانیہ کے فارغ التحصیل ہیں ۔ قلمی جہاد کے علاوہ عملی جہاد میں بھی روسی سامراج

کے خلاف بھرپور حصہ لیا ہے۔ کتاب کا انداز بیان بھی علمی تحقیقی اور دلکش ہے۔ سوشلزم و کمیونزم کے مضرات اور اس کے بانیین کے متضاد اعتقادات کا بھرپور جائزہ لیا گیا ہے۔ وجود باری حدوث مادہ سوشلزم و کمیونزم کی معاشی تباہ کاریاں۔ تاریخ کمیونزم کارل مارکس وغیرہ اس قسم کے بیسیوں نفیس عنوانات پر کتاب مشتمل ہے۔

کتاب کی ترتیب میں نہایت عمدہ اور کارآمد ماخذ و مصادر کو رجوع کیا گیا ہے۔ باجوڑ کے علاوہ خیبر بازار پشاور سے بھی دستیاب ہے۔۔

(م۔ا۔ف)

حکمت استخارہ | مؤلف مولانا فضل احمد عارف۔ ناشر۔ اقبال الدین احمد۔ احسن اکیڈمی۔ ا ے ۲۲۰ جے ناظم آباد۔ کراچی ۳۳۔ کاغذ عمدہ۔ طباعت و جلد بندی معیاری۔ قیمت ۲۱ روپے۔

مقاصد کے حصول میں نگاہیں صرف اسباب پر مرکوز رکھنا خیرہ بختی کی علامت ہے۔ بلکہ اسباب کو اسباب کی حد تک اہمیت اور صرف مسبب الاسباب ہی کو محور مراد اور مدنظر رکھنا چاہئے۔

عہد رسالت اور عہد صحابہ سے لے کر آج تک استخارہ کی اہمیت و ضرورت سے کسی کو انکار نہیں۔ چنانچہ فاضل مؤلف ارقام فرماتے ہیں۔ "استخارہ کرنے سے تعلق باللہ استوار ہوتا ہے۔ ایمان و ایقان مضبوط ہوتے ہیں۔ ملکوتی صفات پیدا ہوتی ہیں۔ روحانی صلاحیتوں کو جلا ملتی ہے۔ رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہوتا ہے اور کامیابی و کامرانی کی راہیں کھل جاتی ہیں۔"

زیر تبصرہ کتاب مولانا فضل احمد عارف جن کو تصوف اور سیرت سے خاص شغف ہے۔ اور اس موضوع پر ان کی جولانی قلم تقریباً درجن بھر کتابوں میں داد تحسین پا چکی ہے، کی تالیف ہے، حکمت استخارہ میں استخارہ کے تمام پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہے۔ کتاب چھ ابواب پر مشتمل ہے۔ اور ہر باب میں مختلف مفید اور معلومات افزا ذیلی عنوانات ہیں۔ کتاب کی طباعت و کتابت۔ ترتیب و تزئین اور جلد بندی نہایت ہی عمدہ اور معیاری ہے۔۔

(م۔ا۔ف)

ہم سنی کیوں ہیں؟ بجواب میں شیعہ کیوں ہوا؟ | مؤلف۔ حافظ مہر محمد میانوالی۔ ناشر مکتبہ عثمانیہ نور باواء لوجرانوالہ۔ تھے والی (میانوالی)، قیمت ۵۰/۲۲ روپے۔ مع پلاسٹک کور ۲۴ روپے۔

زیر تبصرہ کتاب ایک غالی رافضی عبدالکریم مشتاق کے رسالہ "میں شیعہ کیوں ہوا مع سینوں پر سو سوال" کے جواب میں مولانا حافظ مہر محمد صاحب میانوالی نے لکھا ہے۔ مناظرانہ و سوقیانہ لب و لہجہ کی بجائے کتاب کا انداز بیان علمی اور تحقیقی ہے سنجیدگی اور متانت کا دامن مؤلف نے حتی الامکان ہاتھ سے چھوٹنے نہیں دیا۔ شیعہ کتب کے حوالجات اور مصادر میں بھی نہایت حزم و احتیاط سے کام لیا ہے۔

کتاب صوری اور معنوی اعتبار سے قابل صد تحسین ہے۔ اس عمدہ کاوش اور اہلسنت والجماعت کی جانب سے مسکت دفاع پر مؤلف و ناشر تبریک کے مستحق ہیں۔۔

(م۔ا۔ف)

عمدۃ الذخائر ترجمہ کتاب الکبائر | الامام شمس الدین الذہبی ۔ ترجمہ مولانا حکیم محمد نواز ملتانی ۔ صفحات ۴۴۰ قیمت ۲۵ روپے ۔ پلاسٹک کور کے ساتھ ۳۰ روپے ۔ پتہ جمیل بک ڈپو چوک بلاک ملا سرگودہا

کبائر ذنوب یعنی گناہ کبیرہ پر علمائے امت نے مستقل کتابیں لکھی ہیں ۔ پیش نظر کتاب علامہ ذہبی الدمشقی کی کتاب الکبائر کا سلیس اردو ترجمہ جس میں امام ذہبی نے ستر بڑے گناہوں پر کتاب و سنت آثار سلف اور ترغیبی و ترہیبی واقعات سے روشنی ڈالی ہے ۔ گو کہ فضائل اعمال اور ترہیب میں عموماً غیر مستند قصص اور واقعات سے بھی استفادہ ہوتا ہے ۔ تاہم پیش نظر کتاب میں امام ذہبی نے حتی الوسع ثقہ روایات اور قطعی نصوص کو بنیاد بنایا ہے علماء امت کے ہاں کبائر کے سلسلہ میں یہ کتاب سب سے موثر اور مفید ہے ۔ اردو دان طبقہ کے لئے اس سے استفادہ مشکل تھا ۔ خداوند تعالیٰ جزائے خیر دے فاضل مترجم کو جو مفتی کفایت اللہ مرحوم کے تلمیذ ہیں ۔ کہ انہوں نے آسان ترجمہ کے ساتھ متن شائع کیا ۔ بڑے بڑے معاصی اور گناہوں کے مہلکات پر تنبیہ کا راستہ آسان کر دیا ۔ ۔ (س)

کتابت حدیث عہد رسالت و عہد صحابہ میں | مصنف ۔ مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب
ناشر ۔ ادارۃ المعارف ۔ دارالعلوم کراچی ۔ کتابت و طباعت نہایت ہی عمدہ و دیدہ زیب ۔ قیمت ۱۲ روپے

زیر نظر کتاب برصغیر کے ممتاز علمی شخصیت مولانا مفتی محمد شفیع مرحوم کے فرزند ارجمند جو کہ الولد سر لابیہ کے مصداق ہیں نے مرتب کیا ہے ۔ مصنف نے ایک اہم موضوع پر قلم اٹھایا ہے ۔ مدت سے منکرین حدیث اور پرویزی اس کوشش میں ہیں کہ احادیث کو عجمی سازش قرار دے کر غیر یقینی بنا دیا جائے ۔ اس مقصد کے لئے منکرین حدیث نے اپنے پیش رو مستشرقین یورپ کے افکار و خیالات کا چربہ بھی اتارتے رہے ہیں ۔ اور ان کی وکالت میں صفحات کے صفحات سیاہ کر دئے ہیں ۔ مصنف نے مثبت انداز میں ان کے اعتراضات کے جوابات بھی دئے ہیں ۔

زیر نظر کتاب سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عہد رسالت میں بھی احادیث کی کتابت کا اہتمام وسیع پیمانے پر ہوتا تھا ۔ عہد رسالت میں کتابت حدیث کے زیر عنوان اس پر وقیع بحث کی گئی ہے ۔ تحریر و کتابت اور اہل عرب کا عنوان اثبات مدعیٰ کے لئے نہایت کارآمد اور معلومات افزا ہے ۔

کتاب کا انڈکس بھی دیا گیا ہے ۔ صوری اور معنوی لحاظ سے بہتر یہ کتاب کراچی کے علاوہ یہ کتاب ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور سے بھی دستیاب ہے ۔ ۔

(م ۔ ا ۔ ف)
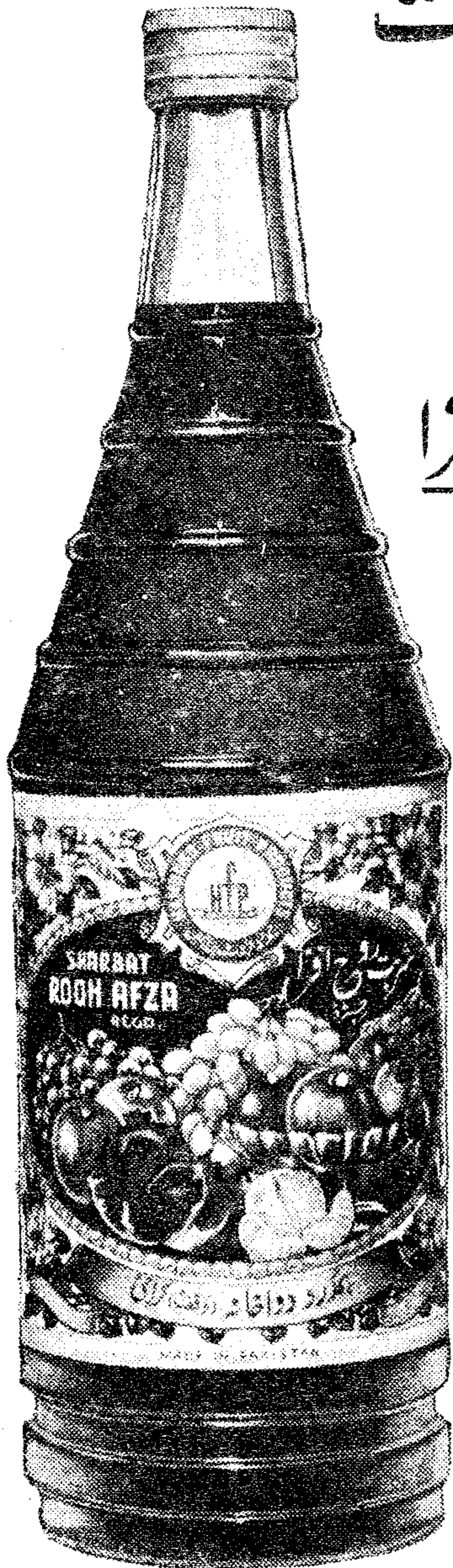
ذرا غور فرمائیے!
کل ہو یا آج، ہر نئے شربت
کا رنگ سُرخ ہے!
مگر ہر شخص جانتا ہے کہ
ہر سُرخ شربت رُوح افزا
نہیں ہو سکتا!
رُوح افزا جس کی سب سے زیادہ نقالی ہوئی
SHARBAT
ROOH AFZA
MADE IN PAKISTAN
رُوح افزا
مشرُوبِ مشرق
ہمدرد